خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 04 اپریل 2022ء | 02رمضان 1443 ہجری قمری | 04 شہادت 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:81

ارشاد باری تعالیٰ

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّہُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ ﴿۱۸۷﴾

(سورۃ البقرہ : 187)

ترجمہ:۔ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو جواب دے کہ مَیں ان کے پاس ہی ہوں۔ جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو مَیں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔سو چاہئے کہ وہ دعا کرنے والے بھی میرے حکموں کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

فرمان خلیفہ وقت

’’رمضان کے اس مہینے میں جب عبادت کی طرف ایک خاص رجحان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کی طرف خاص طور پر متوجہ ہوتا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ روزے دار کی جزامَیں خود ہو جاتا ہوں۔ وہ لوگ جو خالص ہو کر اللہ کی خاطر یہ عبادت بجا لا رہے ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اتنی جزا دیتا ہے کہ جو شمار میں نہیں آ سکتی۔ ان کے یہ روزے دنیا کو دکھانے کے لئے نہیں رکھے جا رہے ہوتے بلکہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خاطر رکھے جاتے ہیں۔ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو دنیا کے دکھاوے کی خاطر نمازیں پڑھ رہے ہوتے ہیں اسی طرح روزے بھی رکھ رہے ہوتے ہیں۔ وہ جو خالصتاً اللہ کی خاطر روزے رکھ رہے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بہت نوازتا ہے بلکہ فرمایا کہ ان کی جزامَیں خود ہو جاتا ہوں۔ تو یقیناً ان حالات میں کی گئی جو عبادتیں ہیں اور جو دعائیں ہیں وہ مقبولیت کا درجہ پاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں روزوں کی فرضیت اور اس سے متعلقہ مسائل کا ذکر فرمایا ہے تو ساتھ ہی یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں فرمایا ہے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّہُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ (سورۃ البقرہ: 187)

یعنی اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو جواب دے کہ مَیں ان کے پاس ہی ہوں۔ جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو مَیں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔سو چاہئے کہ وہ دعا کرنے والے بھی میرے حکموں کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 6/ اکتوبر 2006ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کثرت سے دعائیں کیں کہ ہم کو ان میں سے کچھ بھی یاد نہ رہا۔ چنانچہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ نے بہت سی دعائیں کی ہیں مگر ہمیں تو ان دعاؤں میں سے کچھ بھی یاد نہیں رہا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو ایک ایسی دُعا نہ بتادوں جو ان سب دعاؤں کی جامع ہے۔ پھر فرمایا کہ تم لوگ یہ دعا کیا کرو اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسۡئَلُكَ مِنۡ خَیۡرِ مَا سَأَلَكَ مِنۡهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ وَّ نَعُوۡذُبِكَ مِنۡ شَرِّ مَا اسۡتَعَاذَ مِنۡهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ وَّ اَنۡتَ الۡمُسۡتَعَانُ وَعَلَیۡكَ الۡبَلَاغُ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات باب فی عقد التسبیح بالید)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

دعا اسلام کا خاص فخر ہے

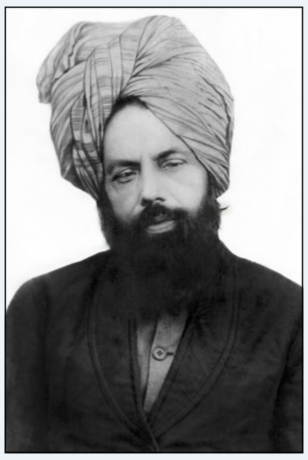

’’دعا اسلام کا خاص فخر ہے اور مسلمانوں کو اس پر بڑا ناز ہے۔ مگر یہ یاد رکھو کہ یہ دعا زبانی بک بک کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ وہ چیز ہے کہ دل خدا تعالیٰ کے خوف سے بھر جاتا ہے اور دعا کرنے والے کی روح پانی کی طرح بہہ کر آستانہ الوہیت پر گرتی ہے اور اپنی کمزوریوں اور لغزشوں کے لئے قوی اور مقتدر خدا سے طاقت اور قوت اور مغفرت چاہتی ہے اور یہ وہ حالت ہے کہ دوسرے الفاظ میں اس کو موت کہہ سکتے ہیں۔ جب یہ حالت میسر آ جاوے تو یقیناً سمجھو کہ باب اجابت اس کے لئے کھولا جاتا ہے اور خاص قوت اور فضل اور استقامت بدیوں سے بچنے اور نیکیوں پر استقلال کے لئے عطا ہوتی ہے۔ یہ ذریعہ سب سے بڑھ کر زبردست ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 203 ایڈیشن 1988ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اللہ سے ایک دعا یوں کرتے ہیں کہ

’’اے ہمارے رب! ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری آزمائشیں اور تکالیف دور کر دے اور ہمارے دلوں کو ہر قسم کے غم سے نجات دے دے اور ہمارے کاموں کی کفالت فرما۔ اور اے ہمارے محبوب! ہم جہاں بھی ہوں ہمارے ساتھ ہو اور ہمارے ننگوں کو ڈھانپے رکھ اور ہمارے خطرات کو امن میں تبدیل کر دے۔ ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا ہے اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا ہے۔ دنیا و آخرت میں تو ہی ہمارا آقا ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اے رب العالمین میری دعا قبول فرما۔‘‘

(ترجمہ از عربی عبارت۔ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 182)

اس شمارہ میں

- پھر آمدِ رمضان ہے (منظوم)
- آئینے کے اوصاف اپنانے کی تلقین
- دعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- آئیں! رمضان المبارک کے استقبال کا اہتمام کریں
- ماہ رمضان المبارک کا عشرہ رحمت
- رمضان میں تضرعات کا رنگ

دربارِ خلافت

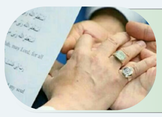

دعا کی حقیقت اور اس کی فلاسفی کیا ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پہلی آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اُس کا ترجمہ ہے: اور انہی میں سے وہ بھی ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی حسنہ عطا کر اور آخرت میں بھی حسنہ عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

دوسری آیت کا ترجمہ ہے کہ: اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اُس کے لئے ہے جو اُس نے کمایا اور اُس کا وبال بھی اسی پر ہے جو اس نے بدی کا اکتساب کیا۔ اے ہمارے رب! ہمارا مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے۔ اور اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا ہم سے پہلے لوگوں پر ان کے گناہوں کے نتیجہ میں تُو نے ڈالا۔ اور اے ہمارے رب! ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو۔ اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر۔ تُو ہی ہمارا والی ہے۔ پس ہمیں کافر قوم کے مقابل پر نصرت عطا کر۔

یہ دو قرآنی دعائیں ہیں جن کے بارے میں مَیں کچھ کہوں گا لیکن اس سے پہلے دعا کی حقیقت کیا ہے؟ اُس کی فلاسفی کیا ہے؟ اِس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پڑھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’جو شخص مشکل اور مصیبت کے وقت خدا سے دعا کرتا ہے اور اس سے حلِّ مشکلات چاہتا ہے وہ بشرطیکہ دعا کو کمال تک پہنچا دے خدا تعالیٰ سے اطمینان اور حقیقی خوشحالی پا تا ہے۔ اور اگر بالفرض وہ مطلب اس کو نہ ملے تب بھی کسی اور قسم کی تسلّی اور سکینت خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو عنایت ہوتی ہے۔ اور ہرگز ہرگز نامراد نہیں رہتا۔ اور علاوہ کامیابی کے ایمانی قوت اس کی ترقی پکڑتی ہے اور یقین بڑھتا ہے۔ لیکن جو شخص دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف مونہہ نہیں کرتا وہ ہمیشہ اندھا رہتا ہے اور اندھا مرتا ہے‘‘۔ فرمایا ’’ہماری اس تقریر میں اُن نادانوں کا جواب کافی طور پر ہے جو اپنی نظر خطا کار کی وجہ سے‘‘ (یعنی غلط سوچ رکھنے اور ظاہری طور پر دیکھنے کی وجہ سے) ’’یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ بہتیرے ایسے آدمی نظر آتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ اپنے حال اور قال سے

بقیہ صفحہ 16 پر

پھر آمدِ رمضان ہے

شاد ہیں امت کے دل پھر آمدِ رمضان ہے
رحمتوں اور بخششوں کا ہو گیا سامان ہے

ہم سمیٹیں برکتیں اور شکر بھی کرتے رہیں
اس مبارک ماہ میں نازل ہوا قرآن ہے

حکم رب العالمیں دل سے بجا لائیں گے ہم
فرض ہے روزہ، یہی اللہ کا فرمان ہے

محض روزہ ہی نہیں، ہو جھوٹ سے بھی اجتناب
نیکیوں کے واسطے، دیکھو! کھلا میدان ہے

عمر بھر کی لغزشوں کو بخشوانے کے لیے
عاصیوں کے واسطے اک تحفۂ ذیشان ہے

کاسۂ دل رحمتوں سے اے خدا! بھر دے مرا
تیرے سب ناموں میں دوجا نام اک رحمٰن ہے

جنت الفردوس کے کھولے گئے ہیں در سبھی
شکر ہے کہ قید میں جکڑا ہوا شیطان ہے

منصورہ فضل مَن۔ قادیان

آج کی دعا

امام جماعت احمدیہ عالمگیر سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کی تازہ تحریک

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

استغفار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

دنیا و آخرت میں بھلائی کی دعا

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(البقرہ: 202)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھی حَسَنہ عطا کر اور آخرت میں بھی حَسَنہ عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

پیارے قابل صد احترام آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز موجودہ حالات کے پیشِ نظر دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِن دنوں میں درود بھی بہت پڑھیں استغفار بھی بہت کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرمائے اور دنیا کے لیڈروں کو بھی عقل اور سمجھ عطا فرمائے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک وقت میں جماعت کو خاص طور پر تلقین فرمائی تھی کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ کی دعا بہت پڑھا کرو۔ اور فرمایا تھا کہ رکوع کے بعد کھڑے ہو کے یہ دعا کیا کریں۔ تو اس کو بھی آج کل بہت زیادہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ حسنات سے بھی نوازے اور ہر قسم کے آگ کے عذاب سے سب کو بچائے۔ (آمین)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 مارچ 2022ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

اداریہ

آئینہ کے اوصاف اپنانے کی تلقین

الفضل آن لائن کا بھی بطور آئینہ استعمال ضروری ہے

آئینہ جس کو انگلش میں Mirror، عربی میں مِرْآۃٌ اور اردو میں اسے شیشہ کہتے ہیں جس کے ایک طرف خاص قسم کا مصالحہ لگا ہو اور اُس میں اپنی شبیہ دیکھی جا سکے۔ اس کو Looking Glass بھی کہا جاتا ہے۔ قریباً ہر زبان میں اس لفظ کو بہت اہمیت حاصل ہے اور مختلف محاوروں میں اسے استعمال کرتے ہیں جیسے انگلش میں Mirror Image کے الفاظ، جو ہو بہو درج ذیل معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ شبیہ، ہم آہنگی اور ایسی چیز جو کسی شئے کو منعکس کرنے کیلئے استعمال ہوتی ہے۔

آنحضور ﷺ نے عربی کے لفظ مِرْآۃٌ کو محاورۃً نہایت خوبصورت انداز میں استعمال فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں اَلْمُؤْمِنُ مِرْآۃُ أَخِیْہِ (ابوداؤد) کہ ایک مومن دوسرے مومن بھائی کے لئے آئینہ کی طرح ہے۔ ایک اور حدیث میں ”اَلْمُسْلِمُ مِرْآۃُ الْمُسْلِمِ“ کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ اس کے معانی یہ ہیں کہ جس طرح آپ Looking Glass میں ایک شبیہ کو ہو بہو دیکھ سکتے ہیں ویسی ہی آپ کو اپنی شبیہ دوسرے مومن کے وجود میں نظر آنی چاہئے۔ اگر تمام مومن اس اصول کو سامنے رکھ کر اپنی زندگیاں گزاریں تو ہمارا معاشرہ جنت نظیر بن سکتا ہے۔

آئیں دیکھیں! آئینہ کی کیا خوبیاں ہوتی ہیں۔

1. بغیر کسی سجاوٹ یا تبدیلی کے شیشہ آپ کا اصل چہرہ دکھلا دیتا ہے۔ اسی لئے کسی کو اوقات دکھانے کے لئے کہتے ہیں کہ اپنا چہرہ تو شیشے میں دیکھ لو۔
2. اگر شیشہ میں بال یعنی کریک آجائے تو شبیہ درست نظر نہیں آتی۔
3. شیشے کی پشت (Back) پر اگر مصالحہ صحیح نہ لگا ہو تو سامنے سے شبیہ بے ڈھنگی اور ٹیڑھی میڑھی دکھائی دیتی ہے۔
4. شیشے کے سامنے کے حصہ پر اگر پانی یا کسی اور چیز کے داغ لگ جائیں یا پشت پر مصالحہ خراب ہو جائے یا اس پر لکیریں آجائیں تو پھر بھی شبیہ صحیح نظر نہیں آتی۔
5. شیشے میں اپنی تصویر دیکھنے کے لئے شیشے کا درست زاویہ پر ہونا بھی ضروری ہے۔ جن شیشوں کا زاویہ (Angle) ٹھیک نہ ہو تو تصویر بھی درست نظر نہیں آرہی ہوتی۔
6. شیشہ آپ کے عیوب صرف آپ کو دکھلاتا ہے کسی اور کو نہیں۔
7. آج کل ایسے Looking Glass بھی آئے ہیں جو چہرے کو بڑا (Enlarge) کر کے دکھلا دیتے ہیں تا کہ چہرے کی خوبصورتی اور بدنمائی واضح طور پر نظر آئے۔ گویا وہ چہرہ کے ایسے دھبوں پر بھی Focus کر کے دکھلا دیتا ہے جو بہت چھوٹے اور باریک ہوتے ہیں۔

آج کے دور میں آئینہ نما شیشوں سے بڑے بڑے مقررین، اینکرز، سنگرز اور اداکاروں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ انہوں نے اپنے گھر کے کسی ایک کمرہ کو ریہرسل روم بنایا ہوتا ہے جس کے چاروں طرف بڑے بڑے شیشے لگا رکھے ہوتے ہیں اور وہ پروگرامز ریکارڈ کروانے سے قبل ان شیشوں کے سامنے بیٹھ کر ایکٹنگ کرتے اور اپنے نقوش سنوارتے ہیں۔ سابق صدر امریکہ اوباما نے ایک دفعہ اپنے ایک انٹرویو میں یہ بتایا تھا کہ میں نے تقریر کرنی شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر سیکھی ہے۔

*آئینہ میں موجود ان خوبیوں کو اگر آنحضور ﷺ کے بیان شدہ ارشاد مبارک کی روشنی میں دیکھیں تو ایک بہت ہی لطیف مضمون اُبھر کر سامنے آتا ہے۔

جس طرح انسان عیب بینی اور تزئین وحسن کے لئے آئینہ دیکھتا ہے۔ آئینہ میں اسے اپنا عکس نظر آتا ہے۔ اسی طرح ایک مومن کی پہلی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ وہ آئینہ کی طرح اتنا صاف شفاف ہو کہ لوگ اسے بآسانی اپنا سکیں۔ اس کو دیکھ کر اپنی اصلاح کر سکیں۔ اس کے اندر دین محمدؐ کی صحیح تصویر بن رہی ہو جو سامنے کھڑے بندے کو نظر آئے۔

*اس حدیث کے مطابق ایک مومن پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ نمبر 1 وہ دوسروں کے لئے خود آئینہ ہے اور نمبر 2 یہ کہ دوسروں کو اپنے لئے آئینہ سمجھے۔ اگر کسی مومن میں کسی کو برائی یا کمی نظر آئے تو چشم پوشی کرے اور صرف خاموشی کے ساتھ ادب کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے نشاندہی کر دینی چاہئے جس طرح شیشہ خاموشی سے نشاندہی کر رہا ہوتا ہے۔

ہم نے اپنے معاشرہ اور سوسائٹی میں دیکھا ہے کہ اگر کسی میں کوئی برائی نظر آجائے تو ہم اس کا معاشرے میں ڈھنڈورا پیٹتے اور اسے بدنام کرتے ہیں۔ جو ”مِرْآۃٌ“ کے مفہوم کے برعکس ہے۔ احادیث میں اس حوالہ سے بہت سے اسباق ہمیں ملتے ہیں۔ فرمایا کہ زبان سے سمجھاؤ اگر نہیں تو خاموش رہ کر اس کے حق میں برائی کے دور ہونے کے لئے دعا ہی کر دو۔ آج کل معاشرہ میں غیبت، چغلی اور کسی کو بدنام کرنے کی عادت ناسور بنتی جا رہی ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس حدیث میں بیان سبق کو سمجھا نہیں ورنہ حقیقی بھائی چارہ قائم ہو چکا ہوتا۔

*آج کل اس حدیث میں بیان سبق کے برعکس ہم نے دیکھا ہے کہ ہم کسی میں برائی ہونے کے باوجود اس کی تعریفوں کے پل باندھنا شروع کر دیتے۔ اس کی اتنی تعریف کرتے ہیں کہ اسے اپنی برائی نظر بھی آتی ہے تو وہ اسے بھلا دیتا ہے اور مزید گناہ کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ ”بہت آدمی جب میرے سامنے آتے ہیں تو ان کے اندر سے مجھے ایسی شعاعیں نکلتی معلوم ہوتی ہیں جن سے مجھے پتا لگ جاتا ہے کہ ان کے اندر یہ عیب ہے یا یہ خوبی ہے مگر یہ اجازت نہیں ہوتی کہ انہیں اس عیب سے مطلع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے کہ جب تک انسان اپنی فطرت کو آپ ظاہر نہیں کر دیتا وہ اسے مجرم قرار نہیں دیتا۔ اس لئے اس سنت کے ماتحت انبیاء اور ان کے اظلال کا بھی یہی طریق ہے کہ وہ اس وقت تک کسی شخص کے اندرونی عیب کا کسی سے ذکر نہیں کرتے جب تک وہ اپنے عیب کو آپ ظاہر نہ کر دے۔“

(الفضل 9 مارچ 1938ء)

*اس حدیث میں ایک بڑا سبق یہ بھی ہے کہ ہمیں اپنی زندگیوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ اپنی زندگیوں کو پاک و صاف بنائے رکھیں۔ قرآن، احادیث و سنت کو اپنے وجودوں میں اُتاریں۔ جس طرح شیشے پر معمولی سی میل کچیل یا دھبہ لگنے پر چہرہ بدنما نظر آنے لگتا ہے اسی طرح اپنے وجود کو پاک و شفاف رکھیں۔ میل کچیل اور جو دھبے لگ جاتے ہیں۔ ان کو دھونا ضروری ہے۔ اس کا بہترین طریق محاسبہ اور خود احتسابی ہے۔ آنحضورؐ روزانہ رات کو بستر پر جانے سے قبل خود احتسابی کے عمل سے اپنے وجود کو گزارتے تھے۔ اب رمضان کے مبارک دن ہیں جو خود احتسابی کے لئے بہت اہم ہیں۔

اسی طرح شیشے کی پشت پر اگر قیمتی سے قیمتی مصالحہ لگا ہو اور اس کو بال آنے سے بچائے رکھیں تو شبیہ بھی اچھی نظر آتی ہے اسی طرح دینی تعلیم کے مصالحہ کو بھی ہر جہت سے دیکھ کر اس کو خوبیوں اور آداب سے مرصع کر کے اگر اپنی پشت پر لگائیں گے تو دوسروں کو اپنی شبیہ بھی عمدہ اور دینی نظر آئے گی اور جس طرح آج کل ایسے شیشے آگئے ہیں جو چہرہ کو بڑا کر کے دکھاتے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی ان تمام دینی تعلیمات کو اکٹھا کر کے اپنے اوپر ایسے رنگ میں لاگو کریں کہ ہمارے نقوش اتنے واضح اور نمایاں ہوں کہ ہر ایک چلتا پھرتا مومن نظر آئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآنی تعلیم کو بغور پڑھیں، احادیث و سنت رسولؐ کا مطالعہ کریں۔ حکم و عدل کی تعلیمات کو سامنے رکھیں اور بالخصوص آج کے دور کے روحانی رہبر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات و ارشادات کو حرز جان بنائیں۔

پھر اخبار الفضل آن لائن سے بھی آئینہ کا کام لیا جا سکتا ہے جس کو www.alfazlonline.org پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر روزانہ اس کا مطالعہ کریں تو آپ کو باآسانی علم ہو سکے گا کہ آپ کہاں کھڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی معنوں میں دین محمدؐ پر کاربند رہنے اور تمام تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق سے نوازتا چلا جائے۔ آمین

(خاکسار کا یہ اداریہ آئینہ کے عنوان سے روزنامہ گلدستہ علم وادب، لندن میں شائع ہوا تھا جو معمولی تبدیلے کے ساتھ رمضان کی مناسبت سے قارئین الفضل آن لائن کے استفادہ کے لئے پیش ہے۔ ابو سعید)

حسنٰی مقبول احمد۔امریکہ

دعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)

(قسط 1)

نوٹ از ایڈیٹر: ادارہ الفضل آن لائن گزشتہ نو ماہ سے ’’کتاب تعلیم کی تیاری‘‘ پر قسط وار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درج ذیل تین عناوین پر ارشادات جمع کر کے حضرت مسیح موعود کی اس خواہش کی تکمیل کی سعادت پا رہا ہے کہ

’’میں چاہتا ہوں کہ ایک کتاب تعلیم کی لکھوں ... اس کتاب کے تین حصے ہوں گے:

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہمارے کیا فرائض ہیں اور دوسرے یہ کہ اپنے نفس کے کیا کیا حقوق ہم پر ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ بنی نوع کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 354 ایڈیشن 2016ء)

اور بفضل تعالیٰ اس کی 40 اقساط منصۂ شہود پر آچکی ہیں جس کی تیاری، ترتیب، کمپوزنگ میں مکرم نوید احمد منگلا (گھانا) مکرم خاقان احمد صائم و مکرم فضل عمر (لٹویا)، مکرمہ عنبرین نعیم (بحرین) مکرم عامر محمود ملک (یوکے) نے تعاون فرمایا۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحۡسَنَ الۡجَزَآء۔

ادارہ، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی، دعا اور اجازت سے اس کی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی درج ذیل ایک اور خواہش کو پوری کرنے جا رہا ہے جس میں حضور علیہ السلام نے دعا پر ایک کتاب لکھنے کی خواہش کا یوں اظہار فرمایا ہے۔ ’’میں نے ارادہ کیا ہوا ہے کہ ایک بار اور شرح و بسط کے ساتھ دعا کے مضمون پر ایک رسالہ لکھوں۔ مسلمان دعا سے بالکل ناواقف ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جن کو بدقسمتی سے ایسا موقعہ ملا کہ دعا کریں مگر انہوں نے صبر اور استقلال سے چونکہ کام نہ لیا اس لئے نامراد رہ کر سید احمد خانی مذہب اختیار کر لیا کہ دعا کوئی چیز نہیں۔ یہ دھوکا اور غلطی اسی لئے لگتی ہے کہ وہ حقیقت دعا سے ناواقف محض ہوتے ہیں اور اس کے اثر سے بے خبر اور اپنی خیالی امیدوں کو پورا نہ ہوتے دیکھ کے کہہ اٹھتے ہیں کہ دعا کوئی چیز نہیں۔ اور اس سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔ دعا ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے۔ اگر دعاؤں کا اثر نہ ہوتا تو پھر اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 150 ایڈیشن 1984ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس سلسلہ کا قسط وار آغاز کیا جا رہا ہے جن میں ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ’’دعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے‘‘ کے عنوان پر اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش کیے جائیں گے۔

ان شاء اللہ۔

قارئین کے لیے یہ مائدہ مکرمہ حسنٰی مقبول احمد۔امریکہ سے پیش کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوفہ کو اس کی تکمیل کی توفیق دے اور اس سلسلہ کو قارئین کے لیے مفید و مبارک بنائے آمین۔

(ابو سعید)

آخرت کی تیاری اس دنیا سے چاہیئے

جس کی منشاء یہ ہے کہ اس جہان کے مشاہدہ کے لئے اسی جہان سے ہم کو آنکھیں لے جاتی ہیں۔ آئندہ جہان کو محسوس کرنے کے لئے حواس کی طیاری اسی جہان میں ہوگی پس کیا یہ گمان ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ کرے اور پورا نہ کرے۔

اندھے سے مراد وہ ہے۔ جو روحانی معارف اور روحانی لذات سے خالی ہے۔ ایک شخص کو رانہ تقلید سے کہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوگیا، مسلمان کہلاتا ہے۔ دوسری طرف اسی طرح ایک عیسائی عیسائیوں کے ہاں پیدا ہوکر۔ عیسائی ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے شخص کو خدا، رسول اور قرآن کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ اس کی دین سے محبت بھی قابلِ اعتراض ہے۔ خدا اور رسول کی ہتک کرنے والوں میں اس کا گذر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ایسے شخص کی روحانی آنکھ نہیں۔ اس میں محبّتِ دین نہیں۔ وِالّا محبّت والا اپنے محبوب کے برخلاف کیا کچھ پسند کرتا ہے؟ غرض اللہ تعالیٰ نے سکھلایا ہے کہ میں تو دینے کو تیار ہوں اگر تو لینے کو تیار ہے۔ پس یہ دعا کرنا ہی اس ہدایت کو لینے کی تیاری ہے۔

(ملفوظات جلد اوّل آن لائن ایڈیشن 1984ء صفحہ 20)

دعا کا اصول

دعا کا اصول یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبولِ دعا میں ہمارے اندیشہ اور خواہش کے تابع نہیں ہوتا ہے۔ دیکھو بچے کس قدر اپنی ماؤں کو پیارے ہوتے ہیں اور وہ چاہتی ہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ لیکن اگر بچے بیہودہ طور پر اصرار کریں اور رو کر تیز چاقو یا آگ کا روشن اور چمکتا ہوا انگارا مانگیں تو کیا ماں باوجود سچی محبت اور حقیقی دلسوزی کے کبھی گوارا کرے گی کہ اس کا بچہ آگ کا انگارا لے کر ہاتھ جلالے یا چاقو کی تیز دھار پر ہاتھ مار کر ہاتھ کاٹ لے۔ ہرگز نہیں۔ اسی اصول سے اجابتِ دعا کا اصول سمجھ سکتے ہیں۔ میں خود اس امر میں ایک تجربہ رکھتا ہوں کہ جب دعا میں کوئی جزو مضر ہوتا ہے۔ تو وہ دعا ہرگز قبول نہیں ہوتی ہے۔ یہ بات خوب سمجھ میں آسکتی ہے کہ ہمارا علم یقینی اور صحیح نہیں ہوتا۔ بہت سے کام ہم نہایت خوشی سے مبارک سمجھ کر کرتے ہیں اور اپنے خیال میں ان کا نتیجہ بہت ہی مبارک خیال کرتے ہیں۔ مگر انجام کار وہ ایک غم اور مصیبت ہو کر چٹ جاتا ہے۔ غرض یہ کہ خواہشاتِ انسانی سب پر صاد نہیں کر سکتے۔ کہ سب صحیح ہیں۔ چونکہ انسان سہو اور نسیان سے مرکب ہے۔ اس لئے ہونا چاہیئے اور ہوتا ہے کہ بعض خواہش مضر ہوتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس کو منظور کر لے تو یہ امر منصبِ رحمت کے صریح خلاف ہے۔ یہ ایک سچا اور یقینی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کو قبولیت کا شرف بخشتا ہے۔ مگر ہر رطب و یابس کو نہیں۔ کیونکہ جوشِ نفس کی وجہ سے انسان انجام اور مآل کو نہیں دیکھتا اور دعا کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جو حقیقی بہی خواہ اور مآل بین ہے ان مضرتوں اور بدنتائج کو ملحوظ رکھ کر جو اس دعا کے تحت میں بصورتِ قبول داعی کو پہنچ سکتے ہیں، اسے ردّ کر دیتا ہے۔ اور یہ ردّ دعا ہی اس کے لئے قبولِ دعا ہوتا ہے۔ پس ایسی دعائیں جن میں انسان حوادث اور صدمات سے محفوظ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔ مگر مضر دعاؤں کو بصورتِ ردّ قبول فرمالیتا ہے۔ مجھے یہ الہام بارہا ہوچکا ہے

اُجِیۡبُ کُلَّ دُعَآئِکَ

دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ ہر ایک ایسی دعا جو نفس الامر میں نافع اور مفید ہے قبول کی جائے گی۔ میں جب اس خیال کو اپنے دل میں پاتا ہوں تو میری روح لذت اور سرور سے بھر جاتی ہے۔ جب مجھے یہ اوّل ہی اوّل الہام ہوا قریباً پچیس یا تیس برس کا عرصہ ہوتا ہے تو مجھے بہت ہی خوشی ہوئی۔ کہ اللہ تعالیٰ میری دعائیں جو میرے یا میرے احباب کے متعلق ہوں گی ضرور قبول کرے گا۔ پھر میں نے خیال کیا کہ اس معاملہ میں بخل نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ایک انعامِ الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے متقین کی صفت میں فرمایا ہے

وَمِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ (البقرہ:4)

پس میں نے اپنے دوستوں کے لئے یہ اصول کر رکھا ہے کہ خواہ وہ یاد دلائیں یا نہ یاد دلائیں۔ کوئی امر خطیر پیش کریں یا نہ کریں۔ ان کی دینی اور دنیوی بھلائی کے لئے دعا کی جاتی ہے۔

(ملفوظات جلد اوّل آن لائن ایڈیشن 1984ء صفحہ 106-108)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 01؍ اپریل 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

☆...مسلمانوں کی اپنے نبیؐ کی وفات، اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے باعث بارش والی رات میں بھیڑ بکریوں کی سی حالت ہوگئی تھی

☆...عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اگر اللہ ابوبکرؓ کے ذریعہ احسان نہ فرماتا تو ہم ہلاک ہو جاتے

☆...قرآنی آیات، تاریخی حوالہ جات اور ارشادات خلفائے احمدیت کی روشنی میں نہ صرف یہ ثابت ہے بلکہ واضح نفی ہے کہ مرتد کی سزا قتل نہیں ہے

☆...جو ملک میں فساد قتل و غارت ڈاکہ زنی لوٹ مار مسلح بغاوت کرتے ہیں اُن کی سزا ہے کہ انہیں سختی سے قتل کیا جائے یا صلیب پر مار دیا جائے

☆...مکرم محمد بشیر شاد صاحب ریٹائرڈ مربی سلسلہ امریکہ، مکرم رانا محمد صدیق صاحب سیالکوٹ اور مکرم ڈاکٹر محمود احمد خواجہ صاحب اسلام آباد کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ یکم اپریل 2022ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یو کے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت صہیب احمد صاحب کے حصے میں آئی۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابوبکرؓ کے زمانے کے فتنوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف سر الخلافہ میں بیان فرماتے ہیں کہ ابن خلدون اور ابن اثیر نے لکھا کہ بنو طے، بنو اسد طلیحہ، بنو غطفان، بنو ہوازن اور بنو سلیم قبائل سمیت عرب کے عوام اور خواص مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینی روک دی۔ مسلمانوں کی اپنے نبیؐ کی وفات اور اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے باعث ایسی حالت ہوگئی تھی جیسی بارش والی رات میں بھیڑ بکریوں کی ہوتی ہے یعنی خوف سے ایک جگہ اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اس وقت اسامہؓ کے لشکر کو اپنے سے الگ نہ کریں لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں اسے منسوخ نہیں کرسکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اگر اللہ ہم پر ابوبکرؓ کے ذریعہ احسان نہ فرماتا تو قریب تھا کہ ہم ہلاک ہو جاتے۔ آپؓ نے ہمیں اس بات پر اکٹھا کیا کہ ہم زکوٰۃ کی وصولی کے لیے جنگ لڑیں اور اللہ کی عبادت کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ موت ہمیں آلے۔

سارے عرب کے ارتداد اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ان سب کے خلاف قتال کیا۔ کتب تاریخ اور سیرت میں ایسے تمام افراد کے لیے مرتدین کا لفظ استعمال ہوا جس کی وجہ سے سیرت نگار اور علماء کو غلطی لگی کہ گویا مرتد کی سزا قتل ہے۔ حالانکہ نہ تو قرآن کریم نے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتد کی سزا قتل بیان کی یا کوئی اور سزا مقرر کی۔ اس ضمن میں چند آیات پیش ہیں۔

وَمَنۡ یَّرۡتَدِدۡ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَیَمُتۡ وَہُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ ۚ وَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ (البقرۃ:218) ترجمہ: اور تم میں سے جو بھی اپنے دین سے برگشتہ ہو جائے پھر اس حال میں مرے کہ وہ کافر ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا میں بھی ضائع ہو گئے اور آخرت میں بھی۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو آگ والے ہیں۔ اُس میں وہ بہت لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرًا لَّمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَہُمۡ وَلَا لِیَہۡدِیَہُمۡ سَبِیۡلًا (النساء:138) ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے پھر انکار کر دیا پھر ایمان لائے پھر انکار کر دیا پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے، اللہ ایسا نہیں کہ انہیں معاف کر دے اور انہیں راستہ کی ہدایت دے۔

پس بڑی واضح نفی ہے اس میں کہ مرتد کی سزا قتل نہیں ہے اور یہی ہمارے لٹریچر میں تشریح بھی کی جاتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنے ترجمۃ القرآن میں بیان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرتد ہو جائے پھر ایمان لے آئے پھر مرتد ہو جائے پھر ایمان لے آئے تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور اگر کفر کی حالت میں مرے گا تو لازمی طور پر جہنمی ہو گا۔ اگر مرتد کی سزا قتل ہوتی تو اس کے بار بار ایمان لانے اور کفر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

حضور انور نے فرمایا کہ دین نے تو کسی قسم کے جبر کی نفی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ ۟ۙ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ ۚ فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَیُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ٭ لَا انۡفِصَامَ لَہَا ؕ وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (البقرۃ:257) ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں۔ یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی۔ پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔ اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

پھر قرآن کریم میں جگہ جگہ منافقین کا ذکر بھی موجود ہے اور کسی بھی منافق کے لیے کسی قسم کی سزا کا ذکر نہیں کیا گیا جبکہ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ نہ ہی کسی منافق کو نفاق کی بنا پر کوئی سزا دی گئی۔ چنانچہ منافقین کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے کہ

قُلۡ اَنۡفِقُوۡا طَوۡعًا اَوۡ کَرۡہًا لَّنۡ یُّتَقَبَّلَ مِنۡکُمۡ ؕ اِنَّکُمۡ کُنۡتُمۡ قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ۔ وَمَا مَنَعَہُمۡ اَنۡ تُقۡبَلَ مِنۡہُمۡ نَفَقٰتُہُمۡ اِلَّاۤ اَنَّہُمۡ کَفَرُوۡا بِاللّٰہِ وَبِرَسُوۡلِہٖ وَلَا یَاۡتُوۡنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّا وَہُمۡ کُسَالٰی وَلَا یُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا وَہُمۡ کٰرِہُوۡنَ (التوبہ:53تا54)

ترجمہ: تو کہہ دے کہ خواہ تم خوشی سے خرچ کرو خواہ کراہت کے ساتھ، ہرگز تم سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ یقیناً تم ایک بدکردار قوم ہو۔ اور انہیں کسی چیز نے اس بات سے محروم نہیں کیا کہ ان سے ان کے اموال قبول کئے جائیں سوائے اس کے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کر بیٹھے تھے نیز یہ کہ وہ نماز کے قریب نہیں آتے تھے مگر سخت سستی کی حالت میں۔ اور خرچ بھی نہیں کرتے تھے مگر ایسی حالت میں کہ وہ سخت کراہت محسوس کرتے تھے۔

حضور انور نے فرمایا کہ جس مبارک وجود پر قرآن کریم اتارا گیا جو کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ کا مصداق وجود تھا اُس مبارک ہستی نے مرتد کے حوالے سے کیا فرمایا۔

صحیح بخاری میں درج ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسلام قبول کرتے ہوئے آپؐ سے بیعت کی۔ بعد ازاں وہ اعرابی تین مرتبہ آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری بیعت مجھے واپس دے دیں۔ آپؐ نے تینوں مرتبہ انکار فرمایا۔ پھر وہ اعرابی مدینہ سے چلا گیا۔ اگر یہ بات سچ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کو جو بار بار آپؐ کے پاس آیا کیوں نہ کہہ دیا کہ اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے اگر تم ارتداد اختیار کرو گے تو تمہیں قتل کیا جائے گا۔

دوسرا ثبوت اس اَمر کا صلح حدیبیہ کی دوسری شرط ہے جس کے مطابق اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مرتد ہو کر مشرکین کی طرف چلا جائے تو مشرکین اس کو واپس نہیں کریں گے۔ اس شرط سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ارتداد کے لیے شریعت اسلام میں قتل کی سزا مقرر ہوتی تو شرعی حد کے معاملے میں آپؐ کبھی بھی مشرکین کی بات قبول نہ فرماتے۔

ان آیات قرآنیہ اور ارشادات کی روشنی میں یہ تو ثابت ہوگیا کہ مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مرتد کی سزا قتل نہیں تو حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین کو کیوں قتل کرنے کا حکم دیا؟

حقیقت یہ ہے کہ آپؓ کے عہد میں مرتد ہونے والے صرف مرتد ہی نہیں تھے بلکہ وہ خونخوار ارادوں کے حامل باغی تھے جنہوں نے نہ صرف ریاست مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو قتل کرنے کے بھیانک منصوبے بنائے بلکہ مختلف علاقوں میں مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر بڑی بے رحمی سے قتل کیا جس کی وجہ سے دفاعی اور انتقامی کارروائی کے طور پر ان محارب لوگوں سے جنگ کی گئی اور وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثۡلُہَا (الشوریٰ:41) اور بدی کا بدلہ، کی جانے والی بدی کے برابر ہوتا ہے کے تحت ان کو بھی ویسی ہی سزائیں دے کر قتل کرنے کے احکامات صادر کیے گئے جیسے جرائم کے وہ مرتکب ہوئے تھے۔

علامہ طبری لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے مختلف حملہ آور قبائل کو شکست دی تو بنو ذُبیان اور عبس ان مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے جو اُن میں رہتے تھے اور اُن کو ہر ایک طریق سے قتل کیا اور اُن کے بعد دیگر اقوام نے بھی ایسے لوگوں کو قتل کر دیا جو اسلام پر قائم رہے۔

علامہ عینی جو صحیح بخاری کے شارح ہیں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں سے صرف اس لیے قتال کیا کیونکہ انہوں نے تلوار کے ذریعہ سے زکوٰۃ روکی اور امّت مسلمہ کے خلاف جنگ برپا کی۔ امام خطابی نے لکھا ہے کہ ان کو مرتد صرف اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ لوگ مرتدین کی جماعتوں میں داخل ہو گئے تھے۔

تاریخی حوالوں کا خلاصہ یہی ہے کہ ایسے مرتدین حکومت کے خلاف مسلح بغاوت، اموالِ حکومت کو لُوٹنے، مسلمانوں کو قتل کرنے اور انہیں زندہ جلا دینے کی بنا پر قتل کی سزا کے مستحق ہو چکے تھے۔ جیسا کہ قرآن پاک فرماتا ہے کہ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَیَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَاَرۡجُلُہُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ (المائدہ:34) ترجمہ: یقیناً اُن لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں یہ ہے کہ انہیں سختی سے قتل کیا جائے یا دار پر چڑھایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں دیس نکالا دے دیا جائے۔

حضور انور نے فرمایا کہ باقی ان شاءاللہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

حضور انور نے آخر میں مکرم محمد بشیر شاد صاحب ریٹائرڈ مربی سلسلہ حال مقیم امریکہ، مکرم رانا محمد صدیق صاحب سیالکوٹ اور مکرم ڈاکٹر محمود احمد خواجہ صاحب اسلام آباد کا ذکرِ خیر اور جماعتی خدمات کا بھی تفصیلی تذکرہ فرمایا اور بعد نماز جمعہ ان سب کا نماز جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان بھی فرمایا۔

☆...☆...☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 11؍ مارچ 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

’’قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھے یقین ہو کہ درندے مجھے نوچ کھائیں گے تو بھی مَیں اسامہ کے لشکر کے بارے میں رسول اللہ کے جاری فرمودہ فیصلے کو نافذ کر کے رہوں گا‘‘ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ

دنیا کے فکر انگیز حالات، امتِ مسلمہ کو اس جنگ سے سبق حاصل کرتے ہوئے اکائی حاصل کرنے کی تلقین

اسیر راہِ مولیٰ مکرم محمود اقبال ہاشمی صاحب آف لاہور کی والدہ محترمہ سیدہ قیصرہ ظفر ہاشمی صاحبہ کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت ابوبکرؓ کو خلافت کے بعد جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اُن کا ذکر

ہو رہا تھا۔ ان میں سے پہلی مشکل جو بیان کی گئی تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا غم تھا جو ہر مسلمان کو تھا لیکن سب سے بڑھ کر حضرت ابوبکرؓ جو بچپن کے ساتھی تھے ان کو بہت زیادہ دکھ تھا اور اس کے علاوہ ان کا وفا کا جو مقام تھا اور بیعت کی گہرائی میں جا کر اس کا ادراک تھا وہ کسی اَور کو تو نہیں تھا لیکن اس وقت انہوں نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا، ایمان کا مظاہرہ کیا۔ یہ بیان ہوا ہے کہ پہلا نازک اور ہولناک مرحلہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ تھا کہ جس سے سارے صحابہ مارے غم کے دیوانے ہو رہے تھے۔ موت کے اس اچانک صدمے سے کوئی سنبھل نہیں پا رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثہ اس قدر شدید اور المناک تھا کہ بڑے بڑے صحابہ مارے غم کے حواس کھو بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ جیسے بہادر کا محبت کی اس دیوانگی میں اَور بھی برا حال تھا۔ وہ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں تو میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا اور یہ ایک ایسا ردّعمل تھا کہ مسلمان اس بات کو سن کر اس شش و پنج کی کیفیت میں مبتلا ہو گئے تھے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعی فوت ہو گئے ہیں کہ نہیں۔ اور قریب تھا کہ یہ عشاق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں توحید کے بنیادی سبق کو بھولتے ہوئے یہ کہنے لگ جاتے کہ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی فوت نہیں ہو سکتے اور نہ ہی فوت ہوئے ہیں۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور وہاں جمع شدہ سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے لوگو! مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں اور جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ خوش ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور کبھی فوت نہیں ہو گا۔ باوجود بے انتہا محبت کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؓ کو تھی جس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں تھا لیکن توحید کا درس آپؓ نے دیا۔

پھر فرمایا۔ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران:145) کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ کے ایک رسول تھے اور آپؐ سے پہلے جتنے رسول گزرے ہیں سب فوت ہو چکے ہیں۔ پھر آپؐ کیوں نہ فوت ہوں گے۔ اگر آپؐ فوت ہو جائیں گے یا قتل کیے جائیں گے تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور اسلام کو چھوڑ دو گے؟ اس طرح حضرت ابوبکرؓ نے کمال ہمت اور حکمت سے اس وقت غم کی اس کیفیت میں صحابہ کی ڈھارس بندھائی اور غم کے مارے ان عشاق کے دلوں پر مرہم لگانے کا سبب بنے اور دوسری طرف توحید کی لرزتی ہوئی عمارت کو سنبھالا دیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق جس میں آپؑ فرماتے ہیں ’’اور پھر وہ خیالات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں بعض صحابہ کے دل میں پیدا ہو گئے تھے ایک عام جلسہ میں قرآن شریف کی آیت کا حوالہ دے کر ان تمام خیالات کو دور کر دیا اور ساتھ ہی اس غلط خیال کی بھی بیخ کنی کر دی جو حضرت مسیح کی حیات کی نسبت احادیث نبویہ میں پوری غور نہ کرنے کی وجہ سے بعض کے دلوں میں پایا جاتا تھا۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 184)

دوسرا بڑا کام

یا صدمہ جو پہنچا، اور کس طرح آپؓ نے اس پر قابو پایا یا انجام دیا۔ وہ دوسرا بڑا کام ہے

انتخابِ خلافت کے وقت امّتِ مسلمہ کو اتفاق کی لڑی میں، اتحاد کی لڑی میں پرونا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو ایک دوسرا ممکنہ خدشہ پیدا ہوا وہ سقیفہ بنوساعدہ میں انصار کا اجتماع تھا جہاں ابتدا میں تو گویا یوں لگتا تھا کہ انصار کسی طور سے بھی مہاجرین میں سے کسی کو اپنا امیر یا خلیفہ تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوں گے اور مہاجرین انصار میں سے کسی کو خلیفہ بنانے پر تیار نہ ہوں گے۔ اور قریب تھا کہ اختلافی تقریروں سے بڑھ کر بات تلواروں تک جا پہنچتی کہ اس نازک موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے وہ تاثیر پیدا کی اور دوسری طرف لوگوں کے دلوں کو حضرت ابوبکرؓ کی طرف مائل کیا کہ یہ سارا انتشار اور اختلاف ایک بار پھر محبت و اتحاد میں تبدیل ہو گیا۔

جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’اور جس طرح بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد یُوشَع بن نُون کی باتوں کے شنوا ہو گئے اور کوئی اختلاف نہ کیا اور سب نے اپنی اطاعت ظاہر کی یہی واقعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیش آیا اور سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں آنسو بہا کر دلی رغبت سے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو قبول کیا۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 186)

تیسری اہم بات، اور ایسا فتنہ جس کو سنبھالنا بڑا ضروری تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کو کس طرح سرانجام دیا اور وہ بات تھی

لشکر اسامہ کی روانگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لشکر شام کی سرحد پر رومیوں سے جنگ کے لیے تیار کیا تھا۔ جنگ مؤتہ اور غزوۂ تبوک کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں اسلام اور مسیحیت کے بڑھتے ہوئے اختلاف اور یہود کی فتنہ انگیزی کے باعث اہل روم عرب پر حملہ نہ کر دیں۔

جنگِ مؤتہ میں حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مسلمانوں کے تین امیر یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ مؤتہ اردن کے مشرق میں ایک زرخیز زمین میں واقع ایک شہر ہے۔

(ابوبکر صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی صفحہ 123 مکتبہ جدید لاہور)

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 21 صفحہ 731 زیر لفظ مؤتہ)

بہرحال اس بارے میں حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی موت کی خبر دی پیشتر اس کے کہ لوگوں کے پاس

اس سے متعلق کوئی خبر آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زید نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہوا۔ پھر جعفر نے پکڑا اور وہ بھی شہید ہوگیا۔ پھر ابنِ رَوَاحہ نے جھنڈے کو پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ اور آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ آخر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی خالد بن ولید نے جھنڈا لیا یہاں تک کہ اللہ نے اسے ان مخالفین پر فتح دی۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب خالد بن الولیدؓ حدیث ۳۷۵۷)

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس مسلمانوں کو ہمراہ لے کر جانب تبوک روانہ ہوئے لیکن دشمن کو میدان میں نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور اس نے شام کے اندرونی علاقوں میں گھس کر مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ ہونے میں اپنی خیریت سمجھی۔ ان غزوات کے باعث مسلمانوں کے متعلق رومیوں کے ارادے بہت خطرناک ہو گئے اور انہوں نے عرب کی سرحد پر پیش قدمی کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کو بطور پیش بندی شام روانہ ہونے کا حکم دیا تھا۔

(ابو بکر صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی صفحہ 124 مکتبہ جدید لاہور)

اور ایک مقصد جنگ مؤتہ کے شہیدوں کا بدلہ لینا بھی تھا۔ لشکر اسامہ کی تیاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو روز قبل بروز ہفتہ مکمل ہوئی اور اس کا آغاز آپؐ کی بیماری سے قبل ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ صفر کے آخر میں رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ حضرت اسامہؓ کو بلایا اور فرمایا اپنے والد کی شہادت گاہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور انہیں گھوڑوں سے روند ڈالو۔ میں نے تم کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا ہے۔

(فتح الباری لابن حجر جلد 8 صفحہ 192 قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بَلْقَاء اور دَارُوم کو گھوڑوں کے ذریعہ سے روند ڈالو۔

یعنی یہ لوگ ایسے ہیں جو جنگ کرنا چاہتے ہیں ان سے اچھی طرح جنگ کرو۔ بَلْقَاء جو ہے وہ ملک شام میں واقع ایک علاقہ ہے جو دمشق اور وادی القریٰ کے درمیان ہے۔ دَارُوم کے بارے میں یہ تعارف لکھا ہے کہ مصر جاتے ہوئے فلسطین میں غَزَّہ کے بعد ایک مقام ہے۔

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

(معجم البلدان جلد ۱ صفحہ ۵۸۹ دارالکتب العلمیة بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 119 زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی 2003ء)

بہرحال ملک شام کے لیے روانگی کا ارشاد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ صبح ہوتے ہی اہل اُبْنٰی پر حملہ کرو۔ اُبْنٰی بھی ملک شام میں بلقاء کی جانب ایک جگہ کا نام ہے اور تیزی کے ساتھ سفر کرو تا ان تک اطلاع پہنچنے سے پہلے پہنچ جاؤ۔ پس اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کامیابی عطا کرے تو وہاں قیام مختصر رکھنا اور اپنے ساتھ راستہ دکھانے والے لے جانا اور مخبروں اور جاسوسوں کو اپنے آگے روانہ کر دو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کے لیے اپنے ہاتھ سے ایک جھنڈا باندھا۔ پھر کہا: اللہ کے نام کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرو اور اس سے جنگ کرو جس نے اللہ کا انکار کیا۔ حضرت اسامہؓ یہ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے بندھا ہوا جھنڈا لے کر نکلے اور اسے حضرت بُرَیْدَہ بن حُصَیبؓ کے سپرد کیا اور جُرف مقام پر لشکر کو جمع کیا۔ جُرف بھی مدینہ سے تین میل شمال کی جانب ایک جگہ ہے۔ بہرحال مہاجرین و انصار کے معززین میں سے کوئی شخص بھی باقی نہ بچا مگر اس کو اس جنگ کے لیے بلا لیا گیا۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوعُبیدہ بن جَرَّاحؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ، حضرت سَلَمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ یہ سب بھی شامل تھے۔ کچھ لوگوں نے باتیں شروع کر دیں اور کہا یہ لڑکا اوّلین مہاجرین پر امیر بنایا جا رہا ہے۔ اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے۔ آپؐ نے اپنے سر کو ایک رومال سے باندھا ہوا تھا اور آپؐ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ آپؐ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا اے لوگو! تم میں سے بعض کی گفتگو اسامہ کو امیر بنانے کے متعلق مجھے پہنچی ہے۔ اگر میرے اسامہ کو امیر بنانے پر تم نے اعتراض کیا ہے تو اس سے پہلے اس کے باپ کو میرے امیر مقرر کرنے پر بھی تم اعتراض کر چکے ہو۔

خدا کی قسم! وہ امارت کے لائق تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا بھی امارت کے لائق ہے وہ ان لوگوں میں سے تھا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور یقیناً یہ دونوں ایسے ہیں کہ ان کے بارے میں ہر قسم کی نیکی اور بھلائی کا خیال کیا جا سکتا ہے۔

پس اسامہ کے لیے خیر کی نصیحت پکڑو کیونکہ یہ تم میں سے بہترین لوگوں میں سے ہے۔ یہ 10/ ربیع الاول اور ہفتے کا دن تھا یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو دن قبل کی بات ہے۔ وہ مسلمان جو حضرت اسامہؓ کے ساتھ روانہ ہو رہے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وداع کر کے جُرف کے مقام پر لشکر میں شامل ہونے کے لیے چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی لیکن آپؐ تاکید فرماتے رہے کہ لشکرِ اسامہ کو بھیجو۔ اتوار کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درد اَور زیادہ ہو گیا۔ حضرت اسامہ لشکر میں سے واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوشی کی حالت میں تھے۔ اس روز لوگوں نے آپ کو دوا پلائی تھی۔ حضرت اسامہؓ نے سر جھکا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا۔ آپؐ بول نہیں سکتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے اور حضرت اسامہؓ کے سر پر رکھ دیتے۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ آپؐ میرے لیے دعا کر رہے ہیں۔ حضرت اسامہ لشکر کی طرف واپس آ گئے۔ حضرت اسامہؓ سوموار کو دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ کو افاقہ ہو گیا تھا۔ آپؐ نے اسامہ سے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کی برکت سے روانہ ہو جاؤ۔

حضرت اسامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوئے اور لوگوں کو چلنے کا حکم دیا۔ آپؓ نے ابھی کوچ کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ان کی والدہ حضرت ام ایمنؓ کی طرف سے ایک شخص یہ پیغام لے کر آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری وقت دکھائی دے رہا ہے۔ اس پر حضرت اسامہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعُبیدہؓ بھی ان کے ساتھ تھے اور آپؐ پر نزع کی حالت تھی۔ 12/ ربیع الاول کو پیر کے دن سورج ڈھلنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی جس کی وجہ سے مسلمانوں کا لشکر جُرف مقام سے مدینہ واپس آ گیا اور حضرت بُرَیدہ بن حُصَیبؓ حضرت اسامہؓ کا جھنڈا لے کر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر گاڑ دیا۔ ایک روایت کے مطابق جب حضرت اسامہؓ کا لشکر ذِی خُشُب میں تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ یہ ذِیْ خُشُب مدینہ سے شام کے راستے پر ایک وادی کا نام ہے۔ بہرحال جب حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بُرَیدہ بن حُصَیبؓ کو حکم دیا کہ جھنڈا لے کر اسامہؓ کے گھر جاؤ کہ وہ اپنے مقصد کے لیے روانہ ہوں۔ حضرت بُرَیدہؓ جھنڈے کو لشکر کی پہلی جگہ پر لے آئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۴۶-۱۴۷ دارالکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)

(البدایة والنہایة جلد ۳ جزء ۶ صفحہ ۳۰۲ دارالکتب العلمیة بیروت)

(معجم البلدان جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ دارالکتب العلمیة بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 87، 114 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

ـےہ ی تاج ی ک ن ای ب رازہ ن ی ت دادع ت ی ک ر ک ش ل س ا

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ جلد ۴ صفحہ ۱۵۵ دارالکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۶ء)

اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سات سو آدمیوں کے ساتھ شام کی طرف بھیجا گیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے روز حضرت ابوبکرؓ نے منادی کرا دی کہ اسامہ کی مہم پایہ تکمیل کو پہنچے گی۔ اسامہ کے لشکر میں سے کوئی شخص بھی مدینہ میں باقی نہ رہے مگر یہ کہ وہ سب جُرف میں ان کے لشکر سے جا ملیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام عرب میں خواہ کوئی عام تھا یا خاص تقریباً ہر قبیلہ میں

فتنۂ ارتداد

پھیل چکا تھا اور ان میں نفاق ظاہر ہو گیا تھا اور اس وقت یہود و نصاریٰ نے اپنی گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور مسلمانوں کی کم تعداد اور دشمن کی کثرت کے باعث ان کی حالت بارش والی رات میں بھیڑ بکریوں کی مانند تھی یعنی اس طرح تھے کہ بالکل بے یارومددگار تھے اس پر لوگوں نے ابوبکرؓ سے کہا کہ یہ لوگ صرف اسامہؓ کے لشکر کو ہی مسلمانوں کا لشکر سمجھتے ہیں اور جیسا کہ آپؓ دیکھ رہے ہیں عربوں نے آپؓ سے بغاوت کر دی ہے۔ پس مناسب نہیں کہ آپؓ مسلمانوں کی اس جماعت کو اپنے سے الگ کر لیں یعنی اسامہؓ کے لشکر کو بھیجیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھے یقین ہو کہ درندے مجھے نوچ کھائیں گے تو بھی میں اسامہ کے لشکر کے بارے میں رسول اللہ کے جاری فرمودہ فیصلے کو نافذ کر کے رہوں گا۔

ایک اَور روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاؤں کتے گھسیٹتے پھریں۔ میں پھر بھی اس لشکر کو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے واپس نہیں بلاؤں گا اور نہ میں اس جھنڈے کو کھولوں گا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۳ جزء ۶ صفحہ ۳۰۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۱ء)
(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۴، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۱۲ء)
(الکامل فی التاریخ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۶ء)

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ ”جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو سارا عرب مرتد ہو گیا اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جیسے بہادر انسان بھی اس فتنہ کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے قریب ایک لشکر رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار کیا تھا اور حضرت اسامہؓ کو اس کا افسر مقرر کیا تھا۔ یہ لشکر ابھی روانہ نہیں ہوا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور آپؐ کی وفات پر جب عرب مرتد ہو گیا تو صحابہؓ نے سوچا کہ اگر ایسی بغاوت کے وقت اسامہؓ کا لشکر ابھی رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیج دیا گیا تو پیچھے صرف بوڑھے مرد اور بچے اور عورتیں رہ جائیں گی اور مدینہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے تجویز کی کہ اکابر صحابہؓ کا ایک وفد حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں جائے اور ان سے درخواست کرے کہ وہ اس لشکر کو بغاوت کے فرو ہونے تک روک لیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہؓ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ درخواست پیش کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے نہایت غصہ سے اس وفد کو یہ جواب دیا کہ

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابو قحافہ کا بیٹا سب سے پہلا کام یہ کرے کہ جس لشکر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کرنے کا حکم دیا تھا اسے روک لے؟

پھر آپؓ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر دشمن کی فوجیں مدینہ میں گھس آئیں اور کتے مسلمان عورتوں کی لاشیں گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو نہیں روکوں گا جس کو روانہ کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا۔ یہ جرأت اور دلیری حضرت ابو بکرؓ میں اِسی وجہ سے پیدا ہوئی کہ خدا نے یہ فرمایا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ جس طرح بجلی کے ساتھ معمولی تار بھی مل جائے تو اس میں عظیم الشان طاقت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کے نتیجہ میں آپ کے ماننے والے بھی اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کے مصداق بن گئے۔“

(سیر روحانی (6)، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 593-594)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیش اسامہ کی روانگی کی بابت اپنی تصنیف سر الخلافہ میں بیان فرماتے ہیں کہ ”ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپؐ کی وفات کی خبر مکہ اور وہاں کے گورنر عتّاب بن اُسَید کو پہنچی تو عتّاب چھپ گیا اور مکہ لرز اٹھا اور قریب تھا کہ اس کے باشندے مرتد ہو جاتے اور مزید لکھا ہے کہ عرب مرتد ہو گئے۔“ ہر قبیلہ میں سے عوام یا خواص۔ اور نفاق ظاہر ہو گیا اور یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کی اپنے نبیؐ کی وفات کی وجہ سے، نیز اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کی وجہ سے ایسی حالت ہو گئی تھی جیسی بارش والی رات میں بھیڑ بکریوں کی ہوتی ہے اس پر لوگوں نے ابو بکرؓ سے کہا کہ یہ لوگ صرف اسامہ کے لشکر کو ہی مسلمانوں کا لشکر سمجھتے ہیں اور جیسا کہ آپؓ دیکھ رہے ہیں عربوں نے آپؓ سے بغاوت کر دی ہے۔ پس مناسب نہیں کہ آپؓ مسلمانوں کی اس جماعت کو اپنے سے الگ کر لیں۔ اس پر (حضرت) ابو بکرؓ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر مجھے اس بات کا یقین بھی ہو جائے کہ درندے مجھے اچک لیں گے تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسامہ کے لشکر کو ضرور بھیجوں گا۔ جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں اسے منسوخ نہیں کر سکتا۔“

(اردو ترجمہ سر الخلافہ صفحہ 188-189 حاشیہ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

الغرض آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو کما حقہ قائم رکھا اور نافذ فرمایا اور جو صحابہؓ حضرت اسامہؓ کے لشکر میں شامل تھے انہیں واپس لشکر میں شامل ہونے کا ارشاد فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا کہ

ہر وہ شخص جو پہلے اسامہؓ کے لشکر میں شامل تھا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں شامل ہونے کا ارشاد فرمایا تھا وہ ہرگز پیچھے نہ رہے

اور نہ ہی میں اسے پیچھے رہنے کی اجازت دوں گا۔ اسے خواہ پیدل بھی جانا پڑے وہ ضرور ساتھ جائے گا۔ تو ایک بھی اس سے پیچھے نہ رہا۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ جلد ۴ صفحہ ۱۵۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۶ء)

بہرحال لشکر ایک بار پھر تیار ہو گیا۔ بعض صحابہؓ نے حالات کی نزاکت کے باعث پھر مشورہ دیا کہ فی الحال اس لشکر کو روک لیا جائے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت اسامہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس جا کر ان سے کہیں کہ وہ لشکر کی روانگی کا حکم منسوخ کر دیں تا کہ ہم مرتدین کے خلاف نبرد آزما ہوں اور خلیفۂ رسول اور حرمِ رسول اور مسلمانوں کو مشرکین کے حملوں سے محفوظ رکھیں۔ حضرت اسامہؓ کے لشکر میں شامل کچھ انصار نے حضرت عمرؓ سے یہ بھی کہا کہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ اگر لشکر کو روانہ کرنے پر ہی مصر ہوں تو انہیں ہماری طرف سے یہ پیغام دیں اور یہ مطالبہ کریں کہ وہ کسی ایسے شخص کو لشکر کا سردار مقرر کر دیں جو عمر میں اسامہ سے بڑا ہو۔ حضرت عمرؓ حضرت اسامہؓ کے کہنے پر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں بتایا جو حضرت اسامہؓ نے کہا تھا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اگر کتے اور بھیڑیے بھی مجھے نوچ کر کھائیں تو میں اسی طرح اس فیصلے کو نافذ کروں گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا اور میں اس فیصلے کو تبدیل نہیں کروں گا جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اگر ان بستیوں میں میرے سوا کوئی ایک بھی باقی نہ بچا تب بھی میں اس فیصلے کو نافذ کر کے رہوں گا۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ انصار کسی ایسے شخص کو امیر کے طور پر چاہتے ہیں جو اسامہ سے عمر میں بڑا ہو۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ جو بیٹھے ہوئے تھے کھڑے ہوئے اور حضرت عمرؓ کی داڑھی سے پکڑا اور کہا

اے ابن خطاب! تیری ماں تجھے کھوئے!! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امیر مقرر کیا ہے اور تم مجھے کہتے ہو کہ میں اسے امارت سے ہٹا دوں۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹-۲۰۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۶ء)

حضرت عمرؓ لوگوں کی طرف واپس پہنچے تو لوگوں نے آپؓ سے کہا کہ کیا بنا؟ تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: چلے جاؤ۔ تمہاری مائیں تمہیں کھوئیں۔ یعنی ان کو برا بھلا کہا۔ ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ آج تمہاری وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی طرف سے مجھے کوئی بھلائی نہیں ملی۔ (ماخوذ از تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۶، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۱۲ء) (ماخوذ از السیرۃ الحلبیۃ جلد ۳ صفحہ ۲۹۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء) یعنی انہوں نے میری باتوں کا بہت برا منایا۔

جب حضرت ابو بکرؓ کے حکم کے مطابق جیش اسامہ جُرف کے مقام پر اکٹھا ہو گیا تو حضرت ابو بکرؓ وہاں خود تشریف لے گئے اور آپؓ نے وہاں جا کر لشکر کا جائزہ لیا اور اس کو ترتیب دیا۔

روانگی کے وقت کا منظر

بھی بہت حیرت انگیز تھا۔ اس وقت حضرت اسامہؓ سوار تھے جبکہ حضرت ابو بکرؓ پیدل چل رہے تھے۔ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! یا تو آپؓ سوار ہو جائیں یا پھر میں بھی نیچے اترتا ہوں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ بخدا نہ ہی تم نیچے اترو گے اور نہ ہی میں سوار ہوں گا اور مجھے کیا ہے کہ میں اپنے دونوں پیر اللہ کی راہ میں ایک گھڑی کے لیے گرد آلود نہ کر لوں کیونکہ غزوہ میں شامل ہونے والا جب کوئی قدم اٹھاتا ہے تو اس کے لیے اس کے بدلے میں سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کو سات سو درجے بلندی دی جاتی ہے اور اس کی سات سو برائیاں ختم کی جاتی ہیں۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۶ء)

پھر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ سے کہا اگر آپ مناسب سمجھیں تو حضرت عمرؓ کو میرے کاموں میں معاونت کے لیے چھوڑ دیں تو حضرت اسامہؓ نے اجازت دے دی۔

(تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۶، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۱۲ء)

اس کے بعد حضرت عمرؓ جب بھی حضرت اسامہؓ سے ملتے یہاں تک کہ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد بھی تو آپ کو مخاطب ہو کر کہتے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا الْاَمِیْرُ۔ حضرت عمرؓ کیونکہ قافلے میں شامل تھے اس لیے اس

وقت ان کے امیر تھے تو حضرت عمرؓ یہ کہا کرتے تھے کہ اے امیر! السلام علیکم۔ حضرت اسامہؓ جواب دیا کرتے تھے کہ غَفَرَ اللّٰہُ لَكَ یَا أَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْن کہ اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپؓ سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔

(السیرۃ الحلبیة جلد ۳ صفحہ ۲۹۴ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۲ء)

بہرحال آگے ذکر ہے کہ سب سے آخر پر لشکر کو خطاب فرماتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں تم کو

دس باتوں کی نصیحت

کرتا ہوں: تم خیانت نہ کرنا؛ اور مال غنیمت سے چوری نہ کرنا؛ تم بدعہدی نہ کرنا؛ اور مُثلہ نہ کرنا یعنی کسی کے ناک کان نہ کاٹنا آنکھیں نہ نکالنا چہرہ نہ بگاڑنا؛ اور کسی چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی بوڑھے کو اور نہ ہی کسی عورت کو؛ اور نہ کھجور کے درخت کو کاٹنا اور نہ اس کو جلانا؛ اور نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا؛ نہ تم کسی بکری گائے اور اونٹ کو ذبح کرنا سوائے کھانے کے لیے؛ اور تم کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں وقف کر رکھا ہے پس تم انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینا یعنی راہب، عیسائی پادری، جتنے ہیں ان کو کچھ نہیں کہنا؛ اور تم ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو تمہیں مختلف قسم کے کھانے برتنوں میں پیش کریں گے تم ان پر اللہ کا نام لے کر کھانا۔ یہ نہیں کہ اگر انہوں نے کھانا پیش کیا تو نہ کھاؤ کہ حرام ہے، بسم اللہ پڑھ کے کھا لینا؛ اور تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو اپنے سر کے بال درمیان سے صاف کیے ہوں گے اور چاروں طرف پٹیوں کی مانند بال چھوڑے ہوں گے تو تلوار سے ان کی خبر لینا۔ یہ لوگ جو ہیں ان کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ یہ آتا ہے کہ عیسائیوں کا ایک گروہ ایسا تھا جو راہب تو نہیں تھے لیکن مذہبی لیڈر ہوتے تھے اور وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے بھڑکاتے رہتے تھے اور جنگ میں حصہ بھی لیتے تھے۔ اس لیے آپؓ نے یہ تو فرمایا کہ جو راہب ہیں گرجوں کے اندر رہیں ان کو کچھ نہیں کہنا، ان سے نہیں لڑنا لیکن ایسے لوگ اور ان لوگوں کے پیچھے چلنے والے جو لوگ ہیں ان سے بہرحال جنگ کرنی ہے کیونکہ یہ لوگ جنگ کرنے والے بھی ہیں اور جنگ کے لیے بھڑکانے والے بھی ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کے نام سے روانہ ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں ہر قسم کے زخم سے اور ہر قسم کی بیماری اور طاعون سے محفوظ رکھے۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۶، دارالکتب العلمیة، بیروت ۲۰۱۲ء)

پھر حضرت ابوبکرؓ نے اسامہ سے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تمہیں کرنے کا حکم دیا تھا وہ سب کچھ کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۶، دارالکتب العلمیة، بیروت ۲۰۱۲ء)

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو ساتھ لے کر مدینہ تشریف لے آئے۔

(سیرت سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ، مترجم مولفہ عمر ابو النصر صفحہ 561)

حضرت ابوبکرؓ نے اُسامہ بن زید کے لشکر کو ربیع الاول 11 ہجری کے آخر میں روانہ فرمایا۔

(البدایة والنہایة جلد ۳ جزء ۶ صفحہ ۳۰۲ سنہ ۱۱ ہجری دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۱ء)

اور ایک روایت کے مطابق انہیں یکم ربیع الثانی گیارہ ہجری کو روانہ فرمایا۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ سریہ اسامہ بن زیدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)

حضرت اسامہؓ بیس راتوں کا سفر طے کر کے اہلِ اُبْنٰی کے پاس پہنچے اور ان پر اچانک حملہ کر دیا اور مسلمانوں کا شعار

’یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ‘

تھا۔ یعنی اے منصور! مار دو۔ یعنی جو بھی مقابلہ کرنے آیا ہے اسے مارو۔ جو اُن کے سامنے آیا اسے قتل کر دیا اور جس پر قابو پالیا اسے قیدی بنا لیا۔ حضرت اسامہؓ نے ان کے میدانوں میں اپنے گھڑ سواروں کو گشت کرایا۔ اس روز جو کچھ انہیں مال غنیمت ملا اسے سنبھالنے میں مصروف رہے۔ حضرت اسامہؓ اپنے والد کے سَبْحَہ نامی گھوڑے پر سوار تھے اور انہوں نے حملہ کر کے اپنے والد کے قاتل کو بھی قتل کر دیا۔ جب شام ہو گئی تو حضرت اسامہؓ نے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا اور اپنی رفتار تیز کر دی۔ آپؓ نَو راتوں میں وادی القریٰ پہنچ گئے اور آپؓ نے خوشخبری دینے والوں کو مدینہ روانہ کیا کہ وہ لشکر کی سلامتی کی خبر دے۔ اس کے بعد انہوں نے روانگی کا قصد کیا اور چھ راتوں میں مدینہ پہنچ گئے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کا کوئی آدمی بھی شہید نہیں ہوا۔ جب یہ کامیاب اور فاتح لشکر مدینہ پہنچا تو حضرت ابوبکرؓ مہاجرین اور اہلِ مدینہ کے ساتھ لشکر کی سلامتی پر خوش ہوتے ہوئے ان کو ملنے کے لیے باہر نکلے۔ حضرت اسامہؓ اپنے والد کے گھوڑے پر سوار ہو کر داخل ہوئے اور حضرت بُرَیدہ بن حُصَیبؓ آپؓ کے آگے جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ آپؓ مسجد نبویؐ پہنچے۔ آپؓ نے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعات پڑھیں۔ پھر آپؓ اپنے گھر چلے گئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ سریہ اسامہ بن زیدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)

متفرق روایات کے مطابق یہ لشکر چالیس سے لے کر ستر روز تک باہر رہنے کے بعد مدینہ واپس پہنچا تھا۔

(الکامل فی التاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیة ۲۰۰۶ء)

لکھا ہے کہ غالباً یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوبکرؓ کی محبت کا سبب تھا کہ اسامہؓ کے جس جھنڈے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے گرہ لگائی تھی حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابنِ ابو قُحافہ اس جھنڈے کی گرہ کھول دے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے لگائی ہے۔ چنانچہ لشکر اسامہ کی واپسی پر اس جھنڈے کی گرہ نہ کھولی گئی اور وہ جھنڈا بعد میں بھی حضرت اسامہؓ کے گھر میں ہی رہا یہاں تک کہ حضرت اسامہؓ کی وفات ہو گئی۔

(المسیرۃ الاسلامیہ لجیل الخلافة الراشدۃ تالیف منیر محمد الغضبان، جلد اول ص ۳۴-۳۵ دار السلام ۲۰۱۵ء)

لشکر اسامہ کے اثرات کے بارے میں لکھا ہے کہ اس لشکر کے بہت ہی اہم اور دُور رَس اثرات ظاہر ہوئے: ایک تو یہ کہ وہ سب لوگ جو کہ پہلے بہت شدت سے قائل تھے کہ حالات کا تقاضا ہے کہ لشکرِ اسامہ کو ابھی نہیں بھیجنا چاہیے وہ جان گئے کہ خلیفہ کا فیصلہ کتنا بر وقت اور مفید تھا اور وہ جان گئے کہ حضرت ابوبکرؓ بہت ہی عمیق نظر اور فہم و فراست کے حامل تھے؛ نمبر 2 یہ کہ اس لشکر کی روانگی سے قبل قبائل عرب میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور وہ سوچنے لگے کہ اگر مسلمانوں کے پاس قوت نہ ہوتی تو یہ لشکر روانہ نہ کرتے۔ اس کا ان پر کافی رعب پڑا؛ تیسری بات یہ کہ عرب کی سرحدوں پر نظریں لگائے غیر ملکی قوتیں خاص طور پر رومیوں پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا۔ رومی کہنے لگے یہ کیسے لوگ ہیں کہ ایک طرف تو ان کا نبی فوت ہو رہا ہے اور پھر بھی یہ ہمارے ملک پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ۔ از صلابی صفحہ 258، 268)

مشہور برطانوی ماہر تعلیم اور مستشرق سر تھامس واکر آرنلڈ (Thomas Walker Arnold) لشکرِ اسامہ کے بارے میں لکھتا ہے:

[AFTER the death of Muhammad, the army he had intended for Syria was despatched thither by Abu Bakr, in spite of the protestations made by certain Muslims in view of the then disturbed state of Arabia. He silenced their expostulations with the words: "I will not revoke any order given by the Prophet. Medina may become the prey of wild beasts, but the army must carry out the wishes of Muhammad." This was the first of that wonderful series of campaigns in which the Arabs overran Syria, Persia and Northern Africa—overturning the ancient kingdom of Persia and despoiling the Roman Empire of some of its fairest provinces.]

(The Preaching of Islam By T.W. Arnold. Chapter III. Page 41.London Constable and Company Ltd. 1913)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر نے لشکر اسامہ کو روانہ کیا جسے شام کی طرف بھیجنے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزم کر رکھا تھا۔ باوجودیکہ عرب میں اضطرابی کیفیت کے پیش نظر بعض مسلمانوں نے اس سے اختلاف کیا لیکن ابوبکرؓ نے ان کے تردّد کو اپنے اس قول کے ذریعہ سے خاموش کر دیا کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیے گئے کسی حکم کو منسوخ نہیں کروں گا خواہ مدینہ جنگلی درندوں کا شکار بن جائے پھر بھی یہ لشکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہشات کی ضرور تکمیل کرے گا۔ یہ ان شاندار مہمات میں سے پہلی مہم تھی جس کے ذریعہ سے عرب شام، ایران اور شمالی افریقہ پر قابض ہوئے اور قدیم فارسی سلطنت کو ختم کیا اور رومی سلطنت کے پنجے سے اس کے بہترین صوبوں کو آزاد کرا لیا۔

اسی طرح ایک اَور جگہ ہے اس کا تذکرہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں حضرت اسامہ کے ذیل میں

اس طرح لکھا ہے:

The newly-elected caliph Abu Bakr ordered the expedition to be resumed, in accordance with the Prophet's wishes, though the tribes were already in revolt. Usama reached the region of al-Balka in Syria, where Zayd had fallen, and raided the village of Ubna...... His victory brought joy to Medina, depressed by news of the ridda, thus acquiring an importance out of proportion to its real significance, which caused it later to be regarded as the beginning of a campaign for the conquest of Syria.

(The Encyclopaedia of Islam vol. 10 Page913 Under Usama Printed by Leiden brill 2000)

کہ نئے منتخب ہونے والے خلیفہ ابوبکرؓ نے حکم دیا کہ اسامہ کا لشکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہشات کی تکمیل کے لیے بدستور جائے گا اگرچہ قبائل میں پہلے ہی بغاوت چل رہی تھی۔ اسامہ ملک شام میں بلقاء کے علاقے میں پہنچے جہاں زید کو مارا گیا تھا اور اسامہ نے اُبنیٰ کی بستی پر حملہ کیا ان کی فتح سے اہل مدینہ جو کہ ارتداد کی خبروں کی وجہ سے شدید پریشان تھے ان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ پس اس مہم نے ایک عمومی مہم کی حیثیت سے زیادہ بڑھ کر اہمیت حاصل کر لی جس کی وجہ سے

اس مہم کو فتح شام کا پیش خیمہ قرار دیا گیا۔

پھر حضرت ابوبکرؓ کو جو ایک اَور چیلنج کا سامنا کرنا پڑا وہ تھا

مانعین اور منکرین زکوٰۃ اور ان کا فتنہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سارے عرب میں پھیل گئی تو ہر طرف ارتداد اور بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے۔ علامہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تمام عرب نے ارتداد اختیار کر لیا ماسوائے دو مسجد والوں کے یعنی مکہ اور مدینہ کے۔

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیرجلد۳ جزء ۶ صفحہ۳۰۹ فصل فی تنفیذ جیش اسامہ بن زید، دارالکتب العلمیۃ بیروت۲۰۰۱ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اہل مکہ ارتداد سے محفوظ رہے جس کی تفصیل یوں ملتی ہے کہ سہیل بن عمرو جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا وہ غزوۂ بدر میں کافر ہونے کی حالت میں مسلمانوں کے قیدی بنے۔ انہوں نے اپنے ہونٹوں پر نشان بنا رکھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اس کے سامنے والے دو دانت نکلوا دیں جہاں اس نے نشان بنائے ہوئے ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کبھی بھی خطاب کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے عمر! اسے چھوڑ دو قریب ہے کہ یہ ایسے مقام پر کھڑا ہو کہ تم اس کی تعریف کرو۔

حضرت عمرؓ تو اس کو سزا دلوانا چاہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا نہیں، کچھ نہیں کہنا۔ ایک موقع آئے گا جب یہ اس مقام پر کھڑا ہو گا اور ایسی باتیں کرے گا کہ تم اس کی تعریف کرو گے۔ بہرحال وہ کہتے ہیں کہ یہ مقام اس وقت آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مکہ والے متزلزل ہو گئے۔ جب قریش نے اہل عرب کو مرتد ہوتے دیکھا اور حضرت عَتّاب بن اَسِید اُمَوِیؓ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اہل مکہ پر امیر مقرر تھے وہ چھپ گئے تو اس وقت حضرت سُہَیل بن عمروؓ خطاب کرتے ہوئے کھڑے ہوئے اور کہا: اے قریش کے گروہ! آخر میں اسلام لا کر سب سے پہلے ارتداد اختیار کرنے والے نہ بننا۔ خدا کی قسم! یہ دین اسی طرح پھیلے گا جس طرح کہ چاند اور سورج طلوع سے غروب تک پھیلتے ہیں۔ اس طرح آپؓ نے یعنی سہیل نے ایک طویل خطاب کیا۔ چنانچہ اس خطاب نے مکہ والوں کے دلوں پر اثر کیا اور رک گئے۔ حضرت عَتّاب بن اَسِید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو چھپ گئے تھے وہ بھی بلائے گئے اور قریش اسلام پر ثابت قدم ہو گئے۔

(اسد الغابۃ جلد ۲ صفحہ ۵۸۵ سہیل بن عمروؓ۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وہ لوگ

جنہوں نے ارتداد اختیار کیا تھا ان کی متعدد اقسام

تھیں۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی سیرت پر ایک لکھنے والے لکھتے ہیں کہ ارتداد کی بھی مختلف شکلیں رہی ہیں۔ کچھ لوگوں نے تو سرے سے اسلام چھوڑ کر وثنیّت اور بت پرستی اختیار کر لی۔ کچھ لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ کچھ لوگ اسلام کے معترف رہے۔ نماز بھی قائم کرتے رہے لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی سے رک گئے۔ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے خوش ہوئے اور جاہلی عادات و اعمال میں لگ گئے۔ کچھ لوگ حیرت و تردّد کا شکار ہوئے اور اس انتظار میں لگ گئے کہ کس کو غلبہ ملتا ہے۔ ان تمام شکلوں کی وضاحت سیرت و فقہ کے علماء نے کی ہے۔ امام خطابی کہتے ہیں کہ مرتدین دو طرح کے تھے ایک تو وہ جو دین سے مرتد ہوئے ملت کو چھوڑا اور کفر کی طرف لوٹ گئے۔ اس فرقے کے دو گروہ تھے ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی پر ایمان لائے۔ ان کی نبوت کی تصدیق کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو دینِ اسلام میں مرتد ہوئے۔ شرعی احکام کا انکار کیا۔ نماز و زکوٰۃ وغیرہ جیسے امور کے تارک ہو کر جاہلی دین کی طرف لوٹ گئے اور مرتدین کی دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جنہوں نے نماز و زکوٰۃ کے درمیان تفریق کی۔ نماز کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کی فرضیت اور اسے خلیفہ کو دینے کے وجوب سے انکار کیا۔ ان زکوٰۃ روکنے والوں میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو زکوٰۃ دینا چاہتے تھے لیکن ان کے سرداروں نے ان کو اس سے روک رکھا تھا۔

مرتدین کی جو مختلف تقسیمیں ہیں اس تقسیم سے قریب تر قاضی عِیاض کی تقسیم ہے لیکن انہوں نے تین قسمیں بیان کی ہیں: ایک وہ جنہوں نے بت پرستی اختیار کر لی؛ دوسرے وہ جنہوں نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی پیروی کی، دونوں نبوت کے دعویدار تھے؛ تیسرے وہ جو اسلام پر قائم رہے لیکن زکوٰۃ کا انکار کیا اور اس تاویل کے شکار ہوئے کہ اس کی فرضیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور تک محدود تھی۔

پھر ایک ڈاکٹر عبدالرحمٰن ہیں وہ کہتے ہیں کہ مرتدین کی چار قسمیں ہیں: ایک وہ جو بت پرستی میں لگ گئے؛ دوسرے وہ جنہوں نے جھوٹے مدعیانِ نبوت اسود عنسی، مسیلمہ کذاب اور سَجاح کی اتباع کی؛ اور تیسرے وہ جنہوں نے وجوبِ زکوٰۃ کا انکار کیا؛ اور چوتھے وہ جنہوں نے وجوبِ زکوٰۃ کا تو انکار نہ کیا لیکن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دینے سے انکار کیا۔

(ماخوذ از سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 272-273 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

وہ قبائل جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا

تھا ان میں نمایاں مدینہ کے قریبی قبائل عَبس اور ذُبیان تھے اور ان سے ملحقہ قبائل بَنُوکِنَانَہ، غَطفان اور فَزَارَہ تھے۔

(ماخوذ از حضرت ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 101 علم و عرفان پبلشرز لاہور)

قبیلہ ہَوازِن والے متردّد تھے انہوں نے بھی زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا تھا۔

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ دار الکتب العلمیۃ لبنان ۲۰۱۲ء)

مانعین زکوٰۃ کے حوالے سے حضرت ابوبکرؓ کا صحابہ سے مشورہ طلب کرنے کا ذکر

ملتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کبار صحابہ کو جمع کر کے ان سے منکرینِ زکوٰۃ کے ساتھ جنگ کرنے کے متعلق مشورہ کیا۔ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے لیکن زکوٰۃ سے انکاری تھے۔ حضرت عمر بن خطابؓ اور بیشتر مسلمانوں کی یہ رائے تھی کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے لوگوں سے ہرگز نہیں لڑنا چاہیے بلکہ انہیں ساتھ ملا کر مرتدین کے خلاف مصروفِ کار ہونا چاہیے۔ بعض لوگ اس رائے کے مخالف بھی تھے لیکن ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔

(ماخوذ از حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 135 مکتبہ جدید لاہور)

ایک روایت کے مطابق صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ کو مشورہ دیا کہ مانعین زکوٰۃ کو ان کی حالت پر چھوڑ دیں اور ان کی تالیف قلب کریں یہاں تک کہ ایمان ان کے دلوں میں متمکن ہو جائے پھر ان سے زکوٰۃ وصول کی جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کو نہ مانا اور انکار کر دیا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۳ جزء ۶ صفحہ ۳۰۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۱ء)

حضرت ابوبکرؓ اس رائے کے حامی تھے کہ منکرینِ زکوٰۃ سے جنگ کر کے بزورِ ادائے زکوٰۃ پر مجبور کرنا چاہیے۔ اس امر میں ان کی شدت کا یہ عالم تھا کہ بحث کرتے ہوئے پُرزور الفاظ میں فرمایا۔

واللہ! اگر منکرینِ زکوٰۃ مجھے ایک رسّی دینے سے بھی انکار کریں گے جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ادا کیا کرتے تھے تو بھی میں ان سے جنگ کروں گا۔

(ماخوذ از حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 135، 136 مکتبہ جدید لاہور)

بخاری کی ایک روایت میں اس امر کی تفصیل یوں بیان ہے۔ ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ لوگوں سے کیسے لڑیں گے جبکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ إِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ۔ مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کروں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الّا اللہ کا اقرار کریں اور جس نے اس کا اقرار کرلیا اس نے مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان بچالی سوائے کسی حق کی بنا پر اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: بخدا! مَیں ضرور قتال کروں گا اس سے جس نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ بخدا! اگر انہوں نے بکری کا بچہ بھی مجھے نہ دیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا کرتے تھے تو میں اس کو روکنے پر ان سے قتال کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا پس اللہ کی قسم! یہ نہ ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کا سینہ کھول دیا۔ میں جان گیا کہ یہی حق ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب وجوب الزکوٰۃ حدیث نمبر ۱۳۹۹، ۱۴۰۰)

یعنی حضرت عمرؓ کو بعد میں تسلیم کرنا پڑا کہ حضرت ابو بکرؓ صحیح فرما رہے تھے۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے حدیث عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ کا جملہ نفس مضمون پر اَور زیادہ روشنی ڈالتا ہے۔ ایک مسلمان شخص لا الٰہ الّا اللہ کا اقرار کرتے ہوئے اگر اسلامی حقوق کی نگہداشت نہیں رکھتا تو وہ بھی قابل مؤاخذہ ہے۔ صرف ایمان لاکر وہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔ بِحَقِّ الْاِسْلَامِ کے دو طرح معنے کئے جاسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جہاں اسلامی حقوق کا تعلق ہو ”حق“ مصدر ہے جو جمع کا مفہوم بھی دیتا ہے دوسرے یہ معنی ہیں جہاں اسلام ان مالوں اور جانوں کے لینے کو ضروری قرار دیتا ہو۔ حَقَّ الْاَمْرَ أَثْبَتَهٗ وَاَوْجَبَهٗ یعنی اس کو ضروری قرار دیا۔ یہ متعدی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔“

(صحیح بخاری کتاب الایمان جلد 1 صفحہ 65)

” افرادِ امت کی سلامتی کا دارومدار حقوق کی ادائیگی ہی پر ہے۔

جس طرح ٹیکس کی عدم ادائیگی بغاوت اور مستوجب سزا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی عدم ادائیگی بھی۔ حضرت عمرؓ نے پہلے حضرت ابو بکرؓ سے اتفاق نہیں کیا مگر جب اِلَّا بِحَقِّهٖ کے الفاظ سے ان کا استدلال سنا تو ان کی رائے تسلیم کی۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ صرف زبان سے لا الٰہ الّا اللہ کہہ دینا عمل صالح نہ ہونے کی حالت میں قطعاً کوئی حقیقت نہیں رکھتا ...... اس باب کا عنوان یہ آیت ہے فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ۔

اس سورت میں مذکورہ بالا آیت کا مضمون دہراتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ۔ یعنی اگر توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں ان سے تعارض نہ کیا جائے۔ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات ترک کرنے والا مسلمان نہیں۔ اسلام کے پانچوں ارکان کی پابندی فرض ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِلَّا بِحَقِّهٖ فرما کر انفاق فی سبیل اللہ کو معاشرہ کے کمزور طبقے کا حق قرار دیا ہے۔ یعنی ذی استطاعت لوگوں کا فرض ہے کہ احکامِ اسلامی کی پابندی کریں اور جو مالی حق ان پر عائد کیا گیا ہے وہ ادا کریں۔ اس صورت میں ان کے حقوق بھی محفوظ رہیں گے۔ اِلَّا بِحَقِّهٖ کے الفاظ سے حضرت ابو بکرؓ کا استدلال عمیق اور وسیع نظر پر دلالت کرتا ہے ...... حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک زکوٰۃ کی عدم ادائیگی بغاوت ہے اور زکوٰۃ نہ دینے والا معاشرۂ اسلامیہ کا فرد نہیں رہتا اور یہ کہ اس کی اس بغاوت پر اس سے جنگ کرنا ضروری ہے۔ بیشک اسلام نے لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ (دین میں کوئی جبر نہیں) کے ارشاد سے دین کے بارے میں آزادی دی ہے مگر جو فرد بظاہر اسلام کا دعویدار ہے اور اسلامی سوسائٹی میں شامل ہو کر اس کی پناہ میں ہے اور اس کی برکات سے مستفید اور اپنے اجتماعی حقوق سے پورے طور پر متمتع ہے مگر جو فرائض اور واجبات اسلام نے بحیثیت اسلامی معاشرہ کے فرد ہونے کی حیثیت سے اس پر عائد کیے ہیں ان کو وہ ادا نہیں کرتا تو ایسا فرد اجتماعی حفاظت اور پناہ کا حق نہیں رکھتا۔ دنیا میں کوئی حکومت بھی قانون شکن اور باغی افراد کو برداشت نہیں کرتی۔ اسلامی نظامِ زکوٰۃ و صدقات کا تعلق دراصل معاشرہ سے ہے نہ کسی ایک فرد سے۔ اور اس کے نتائج اور اثرات کا تعلق بھی معاشرہ ہی سے ہے فرد سے نہیں۔“

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ مترجم جلد 3 صفحہ 14، 15)

ایک روایت کے مطابق اس موقع پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں کے ساتھ تالیفِ قلب اور نرمی کا سلوک کریں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جاہلیت میں تو تم بڑے بہادر تھے اور اسلام میں اب اس طرح بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔

(ماخوذ از مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲ کتاب الفضائل و شمائل حدیث ۶۰۲۴ صفحہ ۴۹۲ مکتبہ دارالارقم)

بہرحال مانعین زکوٰۃ کے رویے سے ان کے ساتھ جنگ اور اس کے اپنوں اور غیروں پر کیا نتائج ظاہر ہوئے اس بارے میں ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوگا۔

آج پھر مَیں دنیا کے جو موجودہ حالات ہیں، اس بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ دونوں طرف کی حکومتوں کو عقل دے، سمجھ دے اور انسانیت کا خون کرنے سے یہ لوگ باز آجائیں۔ ساتھ ہی یہ جنگ جو ہے اس سے ہمیں، مسلمانوں کو بھی سبق لینا چاہیے کہ کس طرح یہ لوگ ایک ہو گئے ہیں لیکن مسلمان باوجود ایک کلمہ پڑھنے کے کبھی ایک نہیں ہوتے۔ ایک ملک تباہ کیا، عراق تباہ کروایا، سیریا تباہ کروایا، یمن کی تباہی ہو رہی ہے اور غیروں سے کرواتے ہیں اور خود بھی کر رہے ہیں بجائے اس کے کہ ایک ہوں۔

کم از کم یہ اکائی کا سبق ہی یہ مسلمان ان لوگوں سے سیکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ مسلم قوم پر بھی رحم کرے۔ مسلمانوں پر بھی رحم کرے۔ امّتِ مسلمہ پر رحم کرے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب یہ لوگ زمانے کے امام کو ماننے والے بھی ہوں جو اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل اور سمجھ دے اور ساتھ ہی جہاں یہ اپنی حالتیں درست کرنے والے ہوں وہاں دنیا کے لیے دعا بھی کریں اور اپنے وسائل اور ذرائع استعمال کر کے دنیا کو جنگوں سے روکنے والے بھی ہوں نہ کہ خود جنگوں میں شامل ہونے والے۔

نماز کے بعد میں

ایک جنازہ غائب

بھی پڑھاؤں گا جو

سیدہ قیصرہ ظفر ہاشمی صاحبہ

کا ہے جو ظفر اقبال ہاشمی صاحب لاہور کی اہلیہ تھیں گذشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحومہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت سید محمد علی بخاری صاحبؓ کی پوتی تھیں۔ سید نذیر احمد بخاری صاحب کے گھر پیدا ہوئیں۔ شادی کے بعد یہ مختلف جگہوں پر رہیں۔ 1961ء میں ان کی شادی ہوئی تھی اس کے بعد 1981ء میں علامہ اقبال ٹاؤن لاہور شفٹ ہوگئیں۔ وہاں لجنہ کی خدمت کی توفیق ملی اور صدر کے طور پر بھی اور سیکرٹری کے طور پر بھی خدمات انجام دیتی رہیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ دعاگو، ہمدرد، مہمان نواز، صابرہ وشاکرہ، بڑی نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ خلافت سے بے انتہا محبت اور اطاعت کا تعلق تھا۔ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی۔ چندہ سال کے شروع میں ہی ادا کر دیا کرتی تھیں۔ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ پانچ بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ ایک بیٹے محمود اقبال ہاشمی صاحب اسیر راہ مولیٰ ہیں جو آجکل کیمپ جیل لاہور میں ہیں۔ ان کو جیل سے نکلنے کی تو اجازت نہیں ملی لیکن بہرحال انتظامیہ نے یہ نرمی کا سلوک کیا کہ والدہ کی میت کو جیل لے جاکر انہیں والدہ کا آخری دیدار کروادیا۔ احمدیوں کے خلاف اسلامی شعائر کے استعمال کے الزام میں اتنی بڑی سزائیں دی جاتی ہیں کہ جنازہ پڑھنے کے لیے بھی جیل سے نہیں نکالا گیا جبکہ بڑے بڑے قاتلوں کو نکلنے کی اجازت مل جاتی ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ اس ملک کی حکومتوں پر بھی رحم کرے۔ محمود اقبال صاحب اور ان کے تین ساتھیوں کے خلاف جون 2019ء میں مقدمہ درج ہوا تھا۔ ان کی ضمانت بھی ہوگئی تھی لیکن پھر اگست 2021ء میں ضمانت مسترد ہوگئی اور ان کو عدالت میں ہی دوبارہ گرفتار کرلیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے بھی جلد سامان فرمائے۔ مرحومہ کے ایک پوتے ہاشم اقبال ہاشمی صاحب یہاں یوکے میں مربی سلسلہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنی دادی کی نیکیوں پر عمل کرنے کی توفیق دے، ان کی اولاد کو بھی عمل کرنے کی توفیق دے۔ مرحومہ سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 01 اپریل 2022ء)

درثمین احمد۔ جرمنی

آئیں! رمضان المبارک کے استقبال کا اہتمام کریں

اسلام کی تمام عبادات کا مقصد خشیت الٰہی ہے۔ عبادات سے انسان میں پاکیزگی اور اللہ کی عظمت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ یوں تو تمام عبادات اللہ کی خوشنودی کا ذریعے ہیں مگر روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو انسان کو نکھار کر کندن بناتا ہے، جسے ہم تقویٰ کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسی عبادت ہے جو خالصتاً اللہ رب العزت کی رضا کے لیے ہے۔ رمضان المبارک میں خدا تعالیٰ کی محبت اور پیار کا اندازہ بخوبی ہمیں اس حدیث مبارکہ سے بھی ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’انسان کے سب کام اس کے اپنے لیے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا بنوں گا۔‘‘

(بخاری کتاب الصوم جلد سوم صفحہ 561 حدیث 1894 ایڈیشن 2008ء نظارت نشرو اشاعت قادیان)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رمضان کے اصل مقصد یعنی حصول تقویٰ کی جانب توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

’’پس رمضان میں جب ہم تقویٰ کے حصول کے لئے کوشش کرتے ہیں یا کوشش کرنے والے ہوں گے تو اپنی عبادتوں کی طرف توجہ ہوگی۔ اگر ہم تقویٰ پر چلنے کی کوشش کرتے ہوئے روزے رکھیں گے تو برائیوں سے بچنے کی طرف توجہ پیدا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات تلاش کر کے ان پر عمل کرنے کی طرف توجہ پیدا ہوگی۔ اگر ہم برائیوں سے نہیں بچ رہے چاہے وہ برائیاں ہماری ذات پر اثر کرنے والی ہیں یا دوسروں کو تکلیف میں ڈالنے والی۔ ان کو چھوڑنے سے ہی روزے کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ اگر ان کو نہیں چھوڑ رہے تو روزے کا مقصد پورا نہیں ہوتا اور یہی تقویٰ ہے۔ اگر روزے رکھ کر بھی ہم میں تکبر ہے، اپنے کاموں اور اپنی باتوں پر بے جا فخر ہے، خود پسندی کی عادت ہے، لوگوں سے تعریف کروانے کی خواہش ہے، اپنے ماتحتوں سے خوشامد کروانے کو ہم پسند کرتے ہیں جس نے تعریف کر دی اس پر بڑا خوش ہو گئے، یا اس کی خواہش رکھتے ہیں تو یہ تقویٰ نہیں ہے۔ روزوں میں لڑائی جھگڑا، جھوٹ فساد سے اگر ہم بچ نہیں رہے تو یہ تقویٰ نہیں ہے۔ روزوں میں عبادتوں اور دعاؤں اور نیک کاموں میں اگر وقت نہیں گزار رہے تو یہ تقویٰ نہیں ہے اور روزے کا مقصد پورا نہیں کر رہے۔ پس رمضان میں برائیوں کو چھوڑنا اور نیکیوں کو اختیار کرنا، یہی ہے جس سے روزے کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ اور جب انسان اس میں ثابت قدم رہنے کی کوشش کرے تو پھر حقیقت میں روزے کے مقصد کو پانے والا ہو سکتا ہے۔ ورنہ اگر یہ مقصد حاصل نہیں کر رہے تو پھر بھوکا رہنا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بھوکا رہنے سے کوئی غرض نہیں ہے۔‘‘

(صحیح البخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور ... الخ حدیث 1903 بحوالہ الخطبہ جمعہ 18/ مئی 2018ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ’’۔۔۔ ہمارا خدا بڑا پیار کرنے والا خدا ہے۔ قربان جائیں ہم اس پر کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں رمضان میں اپنے بندے کے بہت قریب آ گیا ہوں اس لئے فیض اُٹھا لو جتنا اُٹھا سکتے ہو اور تقویٰ کے حصول کے لئے میرے بتائے ہوئے طریق پر چلنے کی کوشش کرو تا کہ تم اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بن سکو۔ یہ کیمپ جو ایک مہینہ کا قائم ہوا ہے اس سے بھرپور فائدہ اُٹھا لو کہ اس میں خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے کی گئی نیکیاں تمہیں عام دنوں میں کی گئی نیکیوں کی نسبت کئی گنا ثواب کا مستحق بنانے والی ہوں گی۔ پس اُٹھو اور میرے حکموں کے مطابق اپنی عبادتوں کو بھی سنوارو اور اس عہد کے ساتھ سنوارو کہ یہ سنوار اَب ہم نے ہمیشہ قائم رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔ اٹھو اور اپنے اعمال کو بھی خوبصورت بناؤ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق بناؤ اور اس ارادے سے بنانے کی کوشش کرو کہ اب ہم نے ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا ہے۔ اٹھو اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا جو عہد کیا ہے اس کا حقیقی ادراک اس مہینے میں حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس سوچ کے ساتھ کرو کہ اب یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔۔۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 25 تا 31 جولائی 2014ء صفحہ 6)

رمضان المبارک کی آمد پہ اہتمام

اہم کام رمضان المبارک سے پہلے نمٹا لیں تا کہ رمضان المبارک میں عبادات پوری توجہ سے بجا لاسکیں۔

ہو سکے تو نماز کے لیے گھر کا ایک حصہ یا گوشہ مخصوص کر لیں تا کہ یکسوئی سے عبادت کر سکیں۔

حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں دعائیہ خط لکھیں۔

رمضان کا پلان پرنٹ کر کے نمایاں جگہ پہ آویزاں کریں۔ تا کہ سحر و افطار کے اوقات کار کا آپ کو علم ہو سکے۔ آپ اپنے شہر کے مقامی وقت کے مطابق بھی پلان پرنٹ کر سکتیں ہیں۔

فیملیز کے لئے تجاویز

رمضان المبارک کے دوران اصلاح نفس لیے ٹارگٹ سیٹ کریں جن کو آپ پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ پوری فیملی مل کر اس کا جائزہ لے گی اور ان ٹارگٹس کو حاصل کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کرے گی۔

نماز تہجد کی ادائیگی کی جانب توجہ دیں۔ ایک دوسرے کو توجہ دلائیں۔

نماز باجماعت ادا کریں (ممکن ہو تو گھر کے مردوں کو مسجد بھیجیں۔)

قرآن مجید کا کم از کم ایک دور ماہ رمضان میں مکمل کریں۔

جمعۃ المبارک کی شام تازہ نشر ہونے والے خطبہ جمعہ کے بارے میں فیملی کے ساتھ بات چیت کریں، غور کریں کہ ہم کیسے حضور انور کے ارشادات پہ عمل کر سکتے ہیں۔

رمضان کے ہر عشرہ کے آغاز پہ فیملی آپس میں تبادلہ خیالات کرے: کہ کیا برکات حاصل ہوئیں، کون سی باتوں کے لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے مثلاً مغفرت طلب کیسے کریں؟ اس کا مقصد یہ ہے کہ عشرہ کی اہمیت کا احساس ہو۔

فیملی ڈائری: ماہ رمضان کے 30 دن کے لئے ایک ذاتی ڈائری بنائیں جس میں خیالات اور احساسات درج کریں، کن باتوں کی وجہ سے دل مطمئن نہیں ہے، کون سی باتیں ہیں جن کے لیے ہم شکرگزار ہیں، یہ سب آپ اس ڈائری میں لکھیں۔ اگر کوئی غیر معمولی فضل دیکھیں تو وہ بھی نوٹ کریں۔

رمضان کی تیاری کے لیے 5 سٹیپ پلان

اول

رمضان کی اہمیت کو پہچاننا اور اس سے بھرپور فائدہ حاصل کرنے کی نیت کرنا یہ اندرونی تیاری بہت ضروری ہے۔ ان باتوں پر خاص توجہ دیں۔

رمضان کا اصل مقصد پہچانیں

رمضان کا آپ کے لیے مشکل ہونا یا آسان ہونا آپ کی سوچ پر منحصر ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ آپ رمضان کی برکات حاصل کر سکیں

اپنے لیے خصوصی ٹارگٹ بنائیں

دوم: ٹارگٹ سیٹ کریں

نوافل: تہجد کی نماز باقاعدگی سے ادا کریں

قرآن مجید: روزانہ کس وقت اور کتنا پڑھنا ہے

یاد کرنے کے لیے دعاؤں کی لسٹ بنائیں

صدقات دیں

اصلاح نفس: کوشش کریں کہ آپ کم سے کم اپنی دو برائیاں دور کریں

اپنے دینی علم کو بڑھائیں: درس سنیں، تفسیر پڑھیں، حضرت مسیح موعود کی کتب پڑھیں

سوم: فیملی ایکٹیویٹی پلان بنائیں

شام کے وقت سب مل کر کم از کم ایک گھنٹہ ایم ٹی اے دیکھیں

مل کر دعائیں یاد کریں

بچوں کو اسلام کی یا نبیوں کی کہانیاں سنائیں یا روزے کی برکات پر بات کریں۔

چہارم: اپنی خوراک، نیند اور fitness کا خیال رکھ کر اپنی energy اور طاقت میں اضافہ کریں

مناسب مقدار میں پانی پیئیں

صحتمند غذا کھائیں

ورزش: افطاری کے بعد پیدل واک کریں

وقت پر سوئیں

پنجم: اپنے وقت کا مثبت استعمال کریں مثلاً زیادہ سے زیادہ وقت ذکر الٰہی میں گزاریں

پورے دن کے اوقات کار کی تقسیم نمازوں کے مطابق کریں اور کوشش کریں کہ تمام نمازیں الگ الگ اور وقت مقررہ پہ ادا کی جائیں۔ اوپر دی گئی روزانہ کی روٹین کو پورے ماہ رمضان میں جاری رکھیں۔

جو کام کرنے والے ہیں ان کی لسٹ بنائیں اور کوشش کریں کہ اوقات کار کو ایسے تقسیم کریں کہ آپ کی عبادات متاثر نہ ہوں۔

سوشل میڈیا کے استعمال کو کم کریں اور اگر ممکن ہو تو ماہ رمضان میں اجتناب کریں۔

رحمت اللہ بندیشہ۔استاد جامعہ احمدیہ جرمنی

ماہ رمضان المبارک کا عشرہ رحمت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شعبان کے آخری روز مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے لوگو! تم پر ایک عظیم اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہوا چاہتا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے رکھنے فرض کئے ہیں۔ اور اس کی راتوں کو قیام کرنا نفل ٹھہرایا ہے... هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔ کہ وہ ایک ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی عشرہ رحمت ہے اور درمیانی عشرہ مغفرت کا موجب ہے اور آخری عشرہ جہنم سے نجات دلانے والا ہے ... اور جس نے اس میں کسی روزہ دار کو سیر کیا اسے اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا مشروب پلائے گا کہ اسے جنت میں داخل ہونے سے پہلے کبھی پیاس نہ لگے گی۔

(صحیح ابن خزیمہ کتاب الصیام)

دراصل انسان ابتدا میں سب سے زیادہ اپنی ماں کے قدموں میں سیکھتا ہے اور ہم عشاق رسول اللہ ﷺ نے ایک عظیم سبق اپنی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے سیکھا ہے چنانچہ حضرت ہشام بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ کے پاس آیا اور کہا:

يَآ أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَخْبِرِيْنِيْ بِخُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ، أَمَا تَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ، قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

(القلم: 4)

اے امّ المؤمنین! مجھے حضور ﷺ کے اخلاق فاضلہ کے متعلق کچھ بتائیں۔ تو اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے اخلاق تو قرآن ہیں۔ فرمایا کہ کیا تم قرآن میں خدا تعالیٰ کا یہ قول نہیں پڑھتے۔ کہ اے نبیؐ یقینا آپ عظیم الشان اخلاق فاضلہ پر قائم ہیں۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل۔مسند النساء۔مُسْنَدُ الصِّدِّيقَةِ عَائِشَةَ بِنْتِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا)

اس ماہ رمضان میں رحمت الٰہی کا حصول کیسے ممکن ہے؟ اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے کہ محبّ خدا ہونے کے لیے محبّ رسول، جو کہ رحمت العالمین ہے، ہونا لازم ہے اور اس رحمت العالمین رسول کے محبوب ہونے کے لیے مطیع رسول ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۲﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۳﴾

(آل عمران: 32-33)

:ترجمہ: تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ تُو کہہ دے اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی پس اگر وہ پھر جائیں تو یقیناً اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کا حصول، آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی سے ہی ممکن ہے۔ چنانچہ فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ (الاحزاب: 22)

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ حسنہ کا حصول کے لیے ضروری ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا رسول کریں اور عملی نمونہ انسانیت کے لیے مہیا کریں اور جن چیزوں سے منع کریں اور جن کاموں سے روکیں اُن سے رکنا ضروری ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

(الحشر: 8)

ترجمہ: رسول جو تمہیں عطا کرے تو اسے لے لو اور جس سے تمہیں روکے اُس سے رُک جاؤ۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی یہ بیان فرمایا ہے کہ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ کہ میں بہترین اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ بلاشبہ آپؐ نے مکارم اخلاق کے بہترین نمونے قائم کرنے کا حق ادا کر کے دکھادیا اور ہر خُلق کو اُس کی معراج تک پہنچا دیا۔ تبھی تو عرش کے خدا نے اس پر گواہی دی کہ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

(القلم: 6)

نبّوت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لامحال
صفاتِ جمال اور صفات جلال
ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال

یہ ماہ رحمت دراصل انسان کے لیے بمطابق فرمان نبوی ﷺ ''اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ''

(ترمزی، باب ماجاء فی فضل الصوم)

اس میں کوئی شک نہیں کہ روزہ ایک ڈھال ہے۔ لیکن ساتھ ہی ہمارے آقا ﷺ نے ہمیں یہ بھی سکھایا ہے کہ روزے کو رحمت کا موجب اور برائیوں سے ڈھال کیسے بنانا ہے اور کیسے روزے سے اپنے تقویٰ پیدا کرنا ہے۔

اس روزہ کی ڈھال سے بچنے کے طریق بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ یہ ہے کہ گناہوں سے بچو، گناہوں سے بچنے کی کوشش کرو اور اس طرح بچو جس طرح کسی ڈھال کے پیچھے چھپ کے بچا جاتا ہے۔ اور انسان جب کسی چیز کے پیچھے چھپ کر بچنے کی کوشش کرتا ہے تو اس میں ایک خوف بھی ہوتا ہے۔ جس حملے سے بچ رہا ہوتا ہے اس کے خوف کی وجہ سے وہ پیچھے چھپتا ہے۔ تو فرمایا کہ روزے رکھو اور روزے رکھنے کا جو حق ہے اس کو ادا کرتے ہوئے رکھو تو تقویٰ میں ترقی کرو گے۔۔۔۔ رمضان میں روزہ رکھنے کا حق ادا کرتے ہوئے میری خاطر تم جائز باتوں سے بھی پرہیز کر رہے ہوتے ہو اور تمہاری اس کوشش کی وجہ سے مَیں بھی تم پر رحمت کی نظر ڈالتا ہوں اور شیطان کو جکڑ دیتا ہوں۔ تا کہ تم جس خوف کی وجہ سے روزہ رکھتے ہو اور روزہ رکھتے ہوئے اس ڈھال کے پیچھے آتے ہو، تقویٰ اختیار کرتے ہو تا کہ اس میں تم محفوظ رہو، اور تمہیں شیطان کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔''

(از خطبہ جمعہ 15 اکتوبر 2004ء بحوالہ خطبات مسرور جلد دوئم صفحہ 740)

رحمت والی ڈھال جو انسان کو شیطان اور دیگر کمزوریوں سے بچانے کا کام کرتی ہیں کہ متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

'' وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ''

(بخاری کتاب الصوم، باب وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)

اور جو کوئی رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رکھے گا، اُس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

رمضان میں اس ''اِیمان'' کو ترقی دینے کے لیے ایک بہت ہی پیارا اصول رسول اللہ ﷺ نے اپنے عملی نمونہ سے یہ پیش کیا کہ '' كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ، حَتّٰى يَنْسَلِخَ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ، فَإِذَا لَقِيَهٗ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ''

(بخاری کتاب الصوم، بَابٌ: أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ)

نبی ﷺ نیکی میں سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں بہت ہی سخاوت کرتے تھے۔ جب حضرت جبرائیلؑ آپؐ سے ملتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات آپؐ سے ملاقات کرتے تھے، یہاں تک کہ (رمضان) گزر جاتا۔ نبی ﷺ قرآن کا دَور کرتے۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپؐ سے ملتے تو آپؐ نیکی میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے۔

یعنی اگر حقیقت میں رحمت خداوندی حاصل کرنی ہے تو خصوصیت سے تلاوت قرآن پڑھیں، چنانچہ اس متذکرہ حدیث میں رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کریم کی حکمت و برکت بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''رسول کریم (ﷺ) قرآن کریم کا رمضان میں دَور کیا کرتے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی آپ کو دَور کرانے کے لئے آیا کرتے تھے۔ اس کے اندر حکمت یہ ہے کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے کھانا پینا ترک کرتا ہے تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مرنے کو تیار ہے مگر چونکہ خدا تعالیٰ نے حرام موت مرنے سے روکا ہے اس لئے وہ افطار کرتا ہے اسی لئے روزہ کا بدلہ خدا تعالیٰ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ موت کے بعد ہی ملتا ہے۔ آگے زندگی کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ خود زندہ رہنا اور دوسرے اپنے بعد نسل چھوڑ جانا۔ اور روزہ میں انسان پر موت کی یہ دونوں صورتیں وارد ہوتی ہیں۔ یعنی وہ کھانا پینا ترک کر کے اپنی موت پر آمادگی کا اظہار کرتا ہے اور بیوی سے تعلقات قطع کر کے اس بات پر آمادگی کا اظہار کرتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے لئے اپنی نسل کو بھی برباد کر دینے کے لئے تیار ہے اور روزہ میں موت کی ان دونوں اقسام کے نمونے وہ پیش کرتا ہے اور اس طرح خدا کی ملاقات کا مستحق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لقاء کا بہترین ذریعہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا کلام نازل ہو۔ قرآن کریم اگرچہ رسول کریم (ﷺ) پر نازل ہو چکا ہے لیکن جب انسان اس کی تلاوت کرتا ہے تو اس پر بھی ایک نیم وحی کی حالت ہوتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ اس کے لئے ہی نازل ہو رہا ہے۔ پس رمضان شریف میں تلاوت قرآن کریم مسنون ہے۔''

(خطباتِ محمود جلد 12 صفحہ 61-62)

باقی ماہ رمضان کیفیات ''أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُوْنُ فِيْ

رَمَضَانَ ’’یعنی نبی ﷺ سب سے زیادہ جود وسخاوت کرتے تو رمضان میں کرتے رمضان میں بحالت روزہ آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے اس کی غرض و غایت واضح ہو جاتی ہے۔یعنی روزے سے نفس بشری کی اَخلاق اصلاح اور روحانی وقلبی ماہیت مقصود بالذات ہے۔ آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ فطرت کا خمیر سراسر نیکی سے اُٹھایا گیا تھا اور نیکی ہی آپؐ کے تمام اعمال میں غالب تھی اور رمضان میں آپؐ کی یہ پاکیزہ حالت زیادہ نمایاں نظر آجاتی۔ نیز یہ بھی یاد رکھنے والی بات ہے کہ قرآن کریم میں صرف انفاق فی سبیل اللہ ایک نیکی ہے، جس کے لیے خاص طور پر یہ الفاظ آئے ہیں کہ اس بغیر حقیقی مقصود حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔چنانچہ فرمایا کہ لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ (آل عمران:93)

تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

معاشرہ میں امن و آشتی اور رحمت بکھیرنے کے لیے اپنی زبان کو قابو میں رکھنے کی رمضان میں خصوصی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کہ ’’کُلُّ عَمَلِ ابۡنِ اٰدَمَ لَہٗٓ اِلَّا الصِّیَامَ فَاِنَّہٗ لِیۡ وَأَنَا أَجۡزِیۡ بِہٖ ‘‘ابن آدم کا ہر عمل اُس کی ذات کے لئے ہوتا ہے سوائے روزوں کے۔ پس روزہ میری خاطر رکھا جاتا ہے اور میں ہی اِس کی جزا بنوں گا۔ اسی طرح فرمایا کہ

’’وَإِذَا کَانَ یَوۡمُ صَوۡمِ أَحَدِکُمۡ فَلَا یَرۡفُثۡ ‘‘جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ نہ بے ہودہ بات کرے’’ وَلَا یَصۡخَبۡ ‘‘اور نہ شور شرابہ کرے’’فَإِنۡ سَآبَّہٗٓ أَحَدٌ أَوۡ قَاتَلَہٗ فَلۡیَقُلۡ إِنِّیۡ امۡرُؤٌ صَآئِمٌ ‘‘ اور جب کوئی اُسے گالی دے یا جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں تو روزہ دار شخص ہوں۔

(بخاری کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم)

رمضان کی یہ رحمتیں حاصل کرنے کا گُر اور طریق بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان کرتے ہیں:

’’رمضان کا مہینہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص برکات اور خاص رحمتیں لے کر آتا ہے۔یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام اور احسان کے دروازے ہروقت ہی کھلے رہتے ہیں اور انسان جب چاہے ان سے حصہ لے سکتا ہے صرف مانگنے کی دیر ہوتی ہے ورنہ اس کی طرف سے دینے میں دیر نہیں لگتی کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ ہاں بندہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر بعض دفعہ دوسروں کے دروازہ پر چلا جاتا ہے... سو اس رحیم و کریم ہستی سے تعلق پیدا کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ ہر گھڑی رمضان کی گھڑی ہو سکتی ہے۔ اور ہر لمحہ قبولیت دعا کا لمحہ بن سکتا ہے۔ اگر دیر ہوتی ہے تو بندہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی اس کے احسانات میں سے ہی ہے کہ اُس نے رمضان کا یک مہینہ مقرر کر دیا تا کہ وہ لوگ جو خود نہیں اٹھ سکتے ان کو ایک نظام کے ماتحت اٹھنے کی عادت ہو جائے اور ان کی غفلتیں اُن کی ہلاکت کا موجب نہ ہوں۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 382-383)

رمضان کے روزوں سے جس قسم کا نیک ماحول پیدا ہوتا ہے اور نیکی کے محرکات جو اس وقت جمع ہو جاتے ہیں۔ اگر اُن سے بھی کسی شخص کے اندر نیک تبدیلی پیدا نہیں ہوتی تو اُس کی اصلاح کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی علت غائی نہایت صاف الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ ’’مَنۡ لَّمۡ یَدَعۡ قَوۡلَ الزُّوۡرِ وَالۡعَمَلَ بِہٖ فِی الصَّوۡمِ ‘‘

(بخاری کتاب الصوم، باب مَنۡ لَّمۡ یَدَعۡ قَوۡلَ الزُّوۡرِ)

یعنی جو بندہ روزہ میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا جو نہ چھوڑے اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ لوگ بھوکے پیاسے تو رہیں لیکن بدی ترک نہ کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 439-440)

اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’صوفیا نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لیے عمدہ مہینہ ہے کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں صلوۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جاوے اور تجلی قلب سے یہ مراد ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھُلے کہ خدا کو دیکھ لیوے۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 561-562)

رمضان کی فضائل و برکات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’گویا یہ ایک قسم کی چلہ کشی ہوتی ہے۔ انسان عموماً تیس دن چِلہ کشی کرتا ہے اور اپنے آپ کو ایک حد تک لذائذ سے روکتا ہے اس سے اس میں روحانی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان کے لئے حکم ہے کہ وہ اخلاقِ الٰہیہ اپنے اندر پیدا کرے اور روزہ رکھنے سے ایک رنگ میں خدا تعالیٰ سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کھانے پینے سے کُلّی طور پر منزہ ہے لیکن انسان چونکہ کُلّی طور پر کھانا پینا ترک نہیں کر سکتا اس لئے روزہ سے اُسے اس حد تک اللہ تعالیٰ سے مشابہت پیدا کرنے کا موقع دیا گیا ہے جس حد تک اس کے لئے ممکن ہے۔ گویا ان دنوں میں انسان ایک رنگ میں ملائکہ سے مشابہ ہوتا ہے جو مادی غذاؤں سے پاک ہیں اور ایک رنگ میں خدا تعالیٰ سے جو کھانے پینے سے بکلی پاک ہے۔‘‘

(خطباتِ محمود جلد 12 صفحہ 273)

نیز فرمایا ’’رمضان کی ایک برکت تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اور ملائکہ سے مشابہت پیدا ہوتی ہے دوسرے خدا تعالیٰ کی قربت حاصل ہو جاتی ہے اور تیسرے یہ کہ دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔‘‘

(خطباتِ محمود جلد 12 صفحہ 274)

نیز فرمایا:

ایک قومی فائدہ یہ ہے کہ قوم میں غریب، امیر ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں غرباء بیچارے سارا سال تنگی سے گزارا کرتے ہیں اور انہیں کئی فاقے آتے ہیں مگر وہ ان کے لئے کسی ثواب کا موجب نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے ذریعہ انہیں توجہ دلائی ہے کہ وہ ان فاقوں سے بھی ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے روزہ میں انہیں یہ گر بتایا ہے کہ اگر اسی فقر و فاقہ کی زندگی کو وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق چلائیں تو یہی انہیں خدا تعالیٰ سے ملا سکتی ہے۔‘‘

(خطباتِ محمود جلد 12 صفحہ 58)

فرمایا: امراء کے لئے بھی روزہ حصولِ تقویٰ کا ایک ذریعہ ہے اور اس سے دلوں میں غرباء کی خبر گیری کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح روزے قوم میں قربانی کی عادت پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔

(خطباتِ محمود جلد 12 صفحہ 60)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’صوم ایک محبتِ الٰہی کا بڑا نشان ہے۔ روزہ دار آدمی کسی کی محبت میں سرشار ہو کر کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے اور بیوی کے تعلقات اس سے بھول جاتے ہیں۔ یہ روزہ اسی حالت کا اظہار ہے۔ یہ بھی غیر اللہ کے لئے جائز نہیں۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 303)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالَم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربے سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدّنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو، پس روزہ سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو جسم کی پرورش کرتی ہے، دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں، جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 102)

ہمارے پیارے اِمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’روزہ ڈھال ہے۔ حفاظت کا ایک ایسا مضبوط ذریعہ ہے جس کے پیچھے چھپ کر تم اپنے آپ کو شیطان کے حملوں سے محفوظ کر سکتے ہو... یہ قلعہ تو ہے لیکن اس ڈھال کے پیچھے اور اس قلعہ کے اندر کب تک اس قلعے میں حفاظت ہوتی رہے گی، کب تک محفوظ رہو گے... جب تک اس کو جھوٹ یا غیبت کے ذریعے سے پھاڑ نہیں دیتے۔ تو رمضان میں روزوں کی جو برکتیں ہیں اُسی وقت حاصل ہوں گی جب یہ چھوٹی چھوٹی برائیاں بھی جو بعض بظاہر چھوٹی لگ رہی ہوتی ہیں، آدمی معمولی سمجھ رہا ہوتا ہے... اُن میں بہت بڑی برائی جو ہے جس کو آدمی محسوس نہیں کرتا وہ جھوٹ ہے۔ اگر جھوٹ بول رہے ہو تو اس ڈھال کو پھاڑ دیتے ہو۔ لوگوں کی غیبت کر رہے ہو چغلیاں کر رہے ہو، پیچھے بیٹھ کے ان کی باتیں کر رہے ہو تو یہ بھی تمہارے روزے کی ڈھال کو پھاڑنے والی ہیں۔ تو روزہ اگر تمام لوازمات کے ساتھ رکھا جائے تو ڈھال بنے گا... اللہ تعالیٰ ہمیں روزے کو تمام شرائط کے ساتھ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور خالصۃً اللہ تعالیٰ کی خاطر روزے رکھنے والے ہوں نہ کہ دنیا کے دکھاوے کے لئے۔ کوئی نفس کا بہانہ ہمارے روزے رکھنے میں حائل نہ ہو اور اِس مہینے میں اپنی عبادتوں کو بھی زندہ کرنے والے ہوں... رمضان میں دعائیں کرتے رہنا چاہئے کہ نیکیاں ... ہمیشہ ہماری زندگیوں کا حصہ بنی رہیں۔ اور ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے پیاروں میں شامل ہو، اُس کا پیار حاصل کرنے والا ہو اور ہمیشہ اُس کی پیار کی نظر ہم پر پڑتی رہے۔ اور یہ رمضان ہمارے لئے، جماعت کے لئے غیر معمولی فتوحات لانے والا ہو۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آمین‘‘

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 748و753-754)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی جملہ برکات سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

مرسلہ: قریشی عبد الحکیم۔ نمائندہ بدر بنگلور، انڈیا

رمضان میں تضرعات کا رنگ

حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے تشحیذ الاذہان میں ایک مضمون رقم فرمایا جو ماہ رمضان کے متعلق تھا۔ آپ نے اس مضمون میں رمضان کی برکات کو ذکر کرنے کے بعد لکھا:

’’میں رسالہ تشحیذ الاذہان کے لیے اپنی میز میں سے ایک مضمون تلاش کر رہا تھا کہ مجھے ایک کاغذ ملا جو میری ایک دعا تھی جو میں نے پچھلے رمضان میں کی تھی۔ مجھے اس دعا کے پڑھنے سے زور سے تحریک ہوئی کہ اپنے احباب کو بھی اس طرف متوجہ کروں، نہ معلوم کس کی دعا سنی جائے اور خدا کا فضل کس وقت ہماری جماعت پر ایک خاص رنگ میں نازل ہو۔ میں اپنا دردِ دل ظاہر کرنے کے لیے اس دعا کو یہاں نقل کر دیتا ہوں کہ شاید کسی سعید الفطرت کے دل میں جوش پیدا ہو اور وہ اپنے رب کے حضور میں اپنے لیے اور جماعت احمدیہ کے لیے دعاؤں میں لگ جائے جو کہ میری اصل غرض ہے۔ وہ دعا یہ ہے:

اے میرے مالک! میرے قادر خدا! میرے پیارے مولیٰ! میرے راہنما! اے خالق ارض و سماء! اے متصرف آب و ہوا۔! اے وہ خدا! جس نے آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک لاکھوں ہادیوں اور کروڑوں رہنماؤں کو دنیا کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ اے وہ علی و کبیر! جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان رسول مبعوث کیا۔ اے وہ رحمٰن! جس نے مسیح سا رہنما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں پیدا کیا۔ اے نور کے پیدا کرنے والے! اے ظلمات کے مٹانے والے! تیرے حضور میں، ہاں صرف تیرے ہی حضور میں،

مجھ سا ذلیل بندہ جھکتا اور عاجزی کرتا ہے کہ میری صدا سن اور قبول کر کیونکہ تیرے ہی وعدوں نے مجھے جرات دلائی ہے کہ میں تیرے آگے کچھ عرض کرنے کی جرات کروں۔ میں کچھ نہ تھا تُو نے مجھے بنایا۔ میں عدم میں تھا تُو مجھے وجود میں لایا۔ میری پرورش کے لیے اربعہ عناصر بنائے اور میری خبرگیری کے لیے انسان کو پیدا کیا جب میں اپنی ضروریات کو بیان تک نہ کر سکتا تھا تُو نے مجھ پر وہ انسان مقرر کئے جو میری فکر خود کرتے تھے۔ پھر مجھے ترقی دی اور میرے رزق کو وسیع کیا۔ اے میری جان! ہاں اے میری جان! تُو نے آدم کو میرا باپ بننے کا حکم دیا اور حوّا کو میری ماں مقرر کیا۔ اور اپنے غلاموں میں سے ایک غلام کو جو تیرے حضور عزت سے دیکھا جاتا تھا 'اس لیے مقرر کیا کہ وہ مجھ سے ناسمجھ اور نادان اور کم فہم انسان کے لیے تیرے دربار میں سفارش کرے اور تیرے رحم کو میرے لئے حاصل کرے۔ میں گناہ گار تھا تُو نے ستاری سے کام لیا۔ میں خطا کار تھا تُو نے غفاری سے کام لیا۔ ہر ایک تکلیف اور دکھ میں میرا ساتھ دیا جب کبھی مجھ پر مصیبت پڑی تُو نے میری مدد کی اور جب کبھی میں گمراہ ہونے لگا تُو نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ باوجود میری شرارتوں کے تُو نے چشم پوشی کی۔ اور باوجود میرے دور جانے کے تُو میرے قریب ہوا۔ میں تیرے نام سے غافل تھا مگر تُو نے مجھے یاد رکھا۔ ان موقعوں پر جہاں والدین اور عزیز و اقرباء اور دوست وغمگسار مدد سے قاصر ہوتے ہیں تُو نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھایا اور میری مدد کی۔ میں غمگین ہوا تو تُو نے مجھے خوش کیا۔ میں افسردہِ دل ہوا تو تُو نے مجھے شگفتہ کیا میں رویا تو تُو نے ہنسایا۔ کوئی ہو گا جو فراق میں تڑپتا ہو، مجھے تو تُو نے خود ہی چہرہ دکھایا۔ تُو نے مجھ سے وعدے کئے اور پورے کیے اور کبھی نہیں ہوا کہ تجھ سے اپنے اقراروں کے پورا کرنے میں کوتاہی ہوئی ہو۔ میں نے بھی تجھ سے وعدے کئے اور توڑے مگر تُو نے اس کا کچھ خیال نہیں کیا۔ میں نہیں دیکھتا کہ مجھ سے زیادہ گناہ گار کوئی اور بھی ہو اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے بھی زیادہ مہربان تُو کسی اور گناہ گار پر بھی ہو۔ تیرے جیسا شفیق و ہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا۔ جب میں تیرے حضور میں آ کر گڑگڑایا اور زاری کی تُو نے میری آواز سنی اور قبول کی۔ میں نہیں جانتا کہ تُو نے کبھی میری اضطرار کی دعا رد کی ہو۔

پس اے میرے خدا! میں نہایت دردِ دل سے اور سچی تڑپ کے ساتھ تیرے حضور میں گرتا اور سجدہ کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میری دعا کو سن اور میری پکار کو پہنچ۔ اے میرے قدوس خدا! میری قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اسے ہلاکت سے بچا۔ اگر وہ احمدی کہلاتے ہیں تو مجھے ان سے کیا تعلق، جب تک ان کے دل اور سینے صاف نہ ہوں اور وہ تیری محبت میں سرشار نہ ہوں۔ مجھے ان سے کیا غرض؟‘‘

سوائے میرے رب! اپنی صفات رحمانیت اور رحیمیت کو جوش میں لا۔ اور ان کو پاک کر دے۔ صحابہ کا سا جوش وخروش ان میں پیدا کر دے۔ اور وہ تیرے دین کے لئے بے قرار ہو جائیں، ان کے اعمال ان کے اقوال سے زیادہ عمدہ اور صاف ہوں۔ وہ تیرے پیارے چہرہ پر قربان ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا۔ تیرے مسیح کی دعائیں ان کے حق میں قبول ہوں اور اس کی پاک اور سچی تعلیم ان کے دلوں میں گھر کر جائے۔ اے میرے خدا! میری قوم کو تمام ابتلاؤں اور دکھوں سے بچا اور قسم قسم کی مصیبتوں سے انہیں محفوظ رکھ۔ ان میں بڑے بڑے بزرگ پیدا کر۔ یہ ایک قوم ہو جائے جو تُو نے پسند کر لی ہو اور یہ ایک گروہ ہو جس کو تُو اپنے لیے مخصوص کر لے۔ شیطان کے تسلط سے محفوظ رہیں اور ہمیشہ ملائکہ کا نزول ان پر ہوتا رہے۔ اس قوم کو دین و دنیا میں مبارک کر، مبارک کر۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین۔‘‘

اس کے بعد میں اپنے لئے، اپنے بھائیوں کے لئے، اپنی والدہ کے لئے، اپنی ہمشیروں کے لئے، اپنے دوستوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کا نام نیچے لکھتا ہوں، دعا کرتا ہوں اور نہایت عاجزی سے دعا کرتا ہوں۔ کہ ہم کو دین و دنیا میں مبارک کر، نیک کر، پاک کر، اپنے لئے چُن لے، ہدایت کا پھیلانے والا بنا۔ اسلام کا خادم بنا اور صحت و پاک عمر عطا فرما۔ ہم اسلام پر مریں اور تُو ہماری وفات کے وقت ہم پر خوش ہو اور ہماری عمر تیری ناراضگی سے پاک ہو۔ پھر میں خاص طور سے خلیفۃِ وقت کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے رب! ان کے علم و فضل میں ترقی دے، ان کو اپنے کام میں کامیاب کر اور ہر قسم کے دکھوں سے بچا، ان کی تدابیر میں برکت ڈال اور ان راہوں پر چلا جو اسلام کی ہوں۔

میری اس دعا کو اس جگہ نقل کرنے سے یہ غرض ہے کہ شاید کوئی نیک روح فائدہ اٹھائے اور اس مبارک مہینہ میں خاص طور سے جماعتِ احمدیہ اور اسلام کی ترقی کے لئے دعاؤں میں لگ جائے۔ میں آخر میں پھر اپنے احباب پر زور دیتا ہوں کہ اس وقت کو ضائع مت کر۔ رات کو خدا کے حضور چلاؤ اور دن کو صدقہ کرو۔ یہ ایک ایسی تدبیر ہے کہ اگر تم میں سے ایک جماعت سچے دل سے ایسا کرنے والی نکل آئے تو خدا اپنے پاک کلام میں کامیابی کا وعدہ دیتا ہے۔ پس کون بدبخت ہے؟ جس کو خدا کے وعدوں پر اعتبار نہ ہو۔ خدا کرے کہ ہم لوگوں میں وحدت پیدا ہو اور ہم کو نیک اعمال اور دعاؤں کی توفیق ملے اور ظلمت کے دن دور ہو کر اسلام کا نورانی چہرہ دنیا پر ظاہر ہو۔ آمین یا ربّ العالمین۔

خاکسار مرزا محمود احمد‘‘

(تشحیذ الاذہان ستمبر 1909ء صفحہ 328 تا 331 بحوالہ سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 309-313)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

دعا میں فنا ہوتے ہیں‘‘ (یعنی اُن کی اپنی حالت بھی یہ ہوتی ہے، اور کہتے بھی یہی ہیں کہ دعا کر رہے ہیں اور دعا کی کیفیت بھی ہوتی ہے، اُس میں فنا ہوتے ہیں) ’’پھر بھی اپنے مقاصد میں نامراد رہتے اور نامراد مرتے ہیں۔‘‘ (یعنی اُن کے مقاصد، جو وہ چاہتے ہیں، اُن کو نہیں ملتے) ’’اور بمقابل ان کے ایک اور شخص ہوتا ہے کہ نہ دعا کا قائل نہ خدا کا قائل وہ ان پر فتح پاتا ہے۔‘‘ (یعنی اُس کو سب کچھ مل جاتا ہے) ’’اور بڑی بڑی کامیابیاں اس کو حاصل ہوتی ہیں۔سو جیسا کہ ابھی میں نے اشارہ کیا ہے۔ اصل مطلب دعا سے اطمینان اور تسلی اور حقیقی خوشحالی کا پانا ہے۔‘‘ ظاہر بین تو یہ دیکھتا ہے کہ ایک شخص جس مقصد کے لئے دعا کر رہا تھا اُس کو حاصل نہیں ہوئی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک تو پہلی شرط یہ رکھی ہے، دعا کو کمال تک پہنچانا۔ اور جو حقیقت میں دعا کرتا ہے وہ صرف ظاہری چیز کو نہیں دیکھتا۔ جو مومن ہے، جس میں مومنانہ فراست ہے جو خدا تعالیٰ کے تعلق کو جانتا ہے وہ صرف یہ نہیں دیکھتا کہ میں جو مانگ رہا ہوں مجھے مل گیا بلکہ فرمایا کہ اطمینان اور حقیقی خوشحالی پاتا ہے۔

فرمایا: ’’اور یہ ہرگز صحیح نہیں کہ ہماری حقیقی خوشحالی صرف اُسی امر میں میسر آسکتی ہے جس کو ہم بذریعہ دعا چاہتے ہیں۔ بلکہ وہ خدا جو جانتا ہے کہ ہماری حقیقی خوشحالی کس امر میں ہے؟ وہ کامل دعا کے بعد ہمیں عنایت کر دیتا ہے۔‘‘ (اگر دعا کامل ہو، صحیح ہو، حقیقی رنگ میں ہو، اللہ تعالیٰ کے کہنے کے مطابق ہو تو اللہ تعالیٰ جو سمجھتا ہے کہ حقیقی خوشحالی کس چیز میں ہے، وہ عطا فرما دیتا ہے) فرمایا کہ ’’جو شخص روح کی سچائی سے دعا کرتا ہے وہ ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر نامراد رہ سکے بلکہ وہ خوشحالی جو نہ صرف دولت سے مل سکتی ہے اور نہ حکومت سے اور نہ صحت سے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے جس پیرایہ میں چاہے وہ عنایت کرسکتا ہے۔ ہاں وہ کامل دعاؤں سے عنایت کی جاتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو ایک مخلص صادق کو عین مصیبت کے وقت میں دعا کے بعد وہ لذت حاصل ہو جاتی ہے جو ایک شہنشاہ کو تختِ شاہی پر حاصل نہیں ہوسکتی۔سو اسی کا نام حقیقی مرادیابی ہے جو آخر دعا کرنے والوں کو ملتی ہے۔‘‘

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14صفحہ 237)

دعا کرنے والے کو جو لذت ملتی ہے وہ مشکل کے وقت میں ہی مل سکتی ہے۔فرمایا کہ جو ایک بادشاہ کو نہیں مل سکتی۔

پس یہ دعا کی حقیقت ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا یہ اس کی مختصر فلاسفی ہے۔ یہ دعا کی روح ہے اور ایک حقیقی مومن کی یہ سوچ ہے اور ہونی چاہئے اور ہمیں اسے ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے۔

پس جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ دعا کی قبولیت کے لئے دعا کو کمال تک پہنچانا ضروری ہے۔ اور اس مقام تک پہنچ کر یا تو دعا قبول ہو جاتی ہے جو انسان اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہے، اُس کی قبولیت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں یا پھر دل کی ایسی تسلّی اور سکینت ہوتی ہے کہ انسان کا جو غم ہے جس وجہ سے دعا مانگ رہا ہے، وہ ختم ہو جاتا ہے، وہ دور ہو جاتا ہے۔ ایک خاص قسم کا سکون ملتا ہے کہ اب جو بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک میرے لئے بہتر ہو گا وہ ظاہر ہو گا۔ یہ سوچ ہے جو ایک حقیقی مومن کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ مقام حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ توفیق بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے۔ اس لئے اس کے حصول کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے۔

(خطبہ جمعہ 8/ مارچ 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

چھوٹی مگر سبق آموز بات

تیاری رمضان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ جدا تعالی کی محبت پانے میں کوئی دقیقہ فروگداز نہ ہونے دیتے۔ اپنے رب کو راضی کرنے کے حسین ذرائع تلاش کرتے رہتے۔ وہ رمضان آنے سے قبل رمضان کی بھرپور تیاری کرتے۔

ایک روایت کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رجب کے مہینہ میں یہ دعا مانگا کرتے:۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبٍ وَّشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ

(شعب الایمان للبیھقی جلد 3 صفحہ 375من طریق ابی عبد اللہ)

یعنی اے اللہ ! ہمیں رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور رمضان نصیب فرما۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینہ میں داخل ہوتے تو یہ ذوق وشوق مزید بڑھ جاتا اور آپ کے شب و روز گویا مضان جیسا رنگ اختیار کر لیتے۔ گویا رمضان کی برکات سے بھرپور طریق سے فیضیاب ہونے کی خاطرسعی پہلے سے ہی شروع فرمارہے ہوں۔ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں :

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهٗ اَكْثَرَ صِيَامًا مِّنْهُ فِیْ شَعْبَانَ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینہ میں اس قدر نفلی روزے رکھتے کہ ہمیں محسوس ہوتا گویا آپ مسلسل روزے رکھتے چلے جائیں گے۔ اور جب روزہ رکھنا چھوڑ دیتے تو ہمیں لگتا کہ آپ مزید روزے نہ رکھیں گے۔ نیز آپ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رمضان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پورے مہینے کے نفلی روزے رکھتے نہیں دیکھا اور جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے میں نے کسی مہینہ میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔

(صحیح بخاری، کتاب الصوم باب صوم شعبان)

منزہ سلیم۔ جرمنی

	04 اپریل 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:54	18:36
مدینہ منورہ	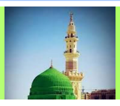	04:52	18:39
قادیان		04:51	18:50
ربوہ		04:31	18:30
اسلام آباد ٹلفورڈ	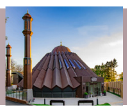	05:03	19:40

فقہی کارنر

روزوں کی غرض، حصول رضائے الٰہی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہئے۔ مَیں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالتِ سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو معصیت ہے کیونکہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے نہ اپنی مرضی اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔‘‘

(الحکم 31 جنوری 1907ء صفحہ 14)

(داؤد احمد عابد۔استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)